جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

جون
2004ء

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ لاہور

اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ

نفیس

بیاد

عالم ربانی محدث کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ علیہ

بانیٔ جامعہ مدنیہ جدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ / جون ۲۰۰۴ء شمارہ : ۶

مدیر اعلیٰ

سیّد محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے.........سالانہ ۱۵۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی....سالانہ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش..................سالانہ ۶ امریکی ڈالر

امریکہ، افریقہ.......................سالانہ ۱۶ ڈالر

برطانیہ...............................سالانہ ۲۰ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیل زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش "بیت الحمد" : 092 - 42 - 7726702

موبائل : 092- 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرف آغاز ۔۔۔ ۳
درس حدیث ۔۔۔ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ ۔۔۔ ۹
دلائل نبوت ۔۔۔ حضرت مولانا محمد سلمان صاحب منصور پوری ۔۔۔ ۱۵
حضرت حاجی سید محمد عابد صاحبؒ ۔۔۔ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ ۔۔۔ ۲۶
مسعودیوں کے علماءِ دیوبند پر اعتراضات ۔ حافظ مجیب الرحمٰن صاحب اکبریؔ ۔۔۔ ۳۶
سرکارِ دوعالم ﷺ کا حلیہ مبارک ۔۔۔ حضرت اقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ۔۔۔ ۳۹
سیرۃ نبوی اور مستشرقین ۔۔۔ حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانیؒ ۔۔۔ ۴۰
زیرِ تعمیر عمارت کا نقشہ ۔۔۔ ۴۷
مصائب وآلام سے بچنے کے شرعی نسخے ۔۔۔ ۴۸
ہر لحہ پیشِ نظر مرضیِ جاناں رہے ۔۔۔ عبداللہ عادل ۔۔۔ ۵۷
دینی مسائل ۔۔۔ ۵۹
اخبار الجامعہ ۔۔۔ ۶۳
مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل ۔۔۔ ۶۴

☆☆☆

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اداریہ)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناموس کا تحفظ اُمتِ مسلمہ کا متفقہ مسئلہ ہے بلکہ کوئی بھی نبی ہو اُس کی ناموس بھی ہر مسلمان کو اسی طرح عزیز ہے جس طرح حضرت محمد ﷺ کی ناموس عزیز ہے۔ گزشتہ ماہ کے اخبارات میں پاکستان کے فوجی آمر جناب پرویز مشرف صاحب کی طرف سے یہ عندیہ دیا گیا ہے کہ "توہینِ رسالت قانون" اور "حدود آرڈیننس" میں ترمیم کی جائے۔ اس قسم کے بیانات پچھلی سول اور فوجی حکومتوں میں پہلے بھی آتے رہے ہیں اور اس کے جواب میں ہر بار علماء حق کی جانب سے مناسب ردِ عمل بھی آتا رہا ہے۔ ماہنامہ انوار مدینہ میں بھی مارچ ۱۹۹۵ء، جون ۱۹۹۵ء، جون ۱۹۹۸ء اور مارچ ۲۰۰۴ء میں اِس موضوع پر موقع کے مناسب اداریئے تحریر کیے جاتے رہے ہیں اب بھی ہمارا کچھ تحریر کرنے کا ارادہ تھا کہ مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت ملتان سے مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہم کا تحریر کردہ ایک سرکلر برائے اشاعت انوار مدینہ موصول ہوا، پڑھ کر مسرت ہوئی اور دل میں آیا کہ اس پر اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے اسی کو بعینہٖ اداریہ کا حصہ بنا کر شائع کر دیا جائے تو مناسب رہے گا، ملاحظہ فرمائیں :

۱۶ رمئی ۲۰۰۴ء کے اخبارات کے مطابق اسلام آباد کے انسانی حقوق کمیشن کے ایک کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے صدر مملکت جناب پرویز مشرف نے کہا کہ "حدود آرڈیننس اور تحفظِ ناموسِ رسالت کے قوانین کا از سرِ نو جائزہ لیا جائے"۔ اس پر چند فوری گزارشات پیشِ خدمت ہیں :

شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

(ا) صدر مملکت جناب پرویز مشرف جب سے برسرِ اقتدار آئے تب سے انہوں نے توہین رسالت قانون اور دیگر اسلامی دفعات کو ترجیحی بنیادوں پر تنقید کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔

(الف) جناب پرویز مشرف صاحب نے برسرِ اقتدار آتے ہی جو کابینہ تشکیل دی اُس میں ان افراد کو چن چن کر لایا گیا جو این جی اوز کے نفس ناطقہ تھے جن کی شہریت پاکستانی ہے اور آب و دانہ انہیں یورپین ممالک مہیا کرتے ہیں۔

(ب) پورا یورپ، پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے درپے ہے۔

(ج) جناب پرویز صاحب نے یورپ اور اُن کے نمائندگان این جی اوز کو اپنی حکومت میں بھرتی کر کے سرکاری ذرائع سے بھرپور فائدہ اُٹھا کر دن رات اسلام اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اسلامی تشخص کے خلاف پروپیگنڈہ کا موقع مہیا کیا۔

(د) پاکستان کا ''سرکاری مذہب اسلام'' منتخب قانون ساز ادارہ قومی اسمبلی پاکستان نے تجویز کیا۔ آئین میں اِسے تحفظ حاصل ہے۔ تمام تر قوانین بالخصوص توہینِ رسالت قانون اور حدود کا قانون ان دونوں قوانین کو اسلامی نظریاتی کونسل نے منظور کیا۔ وفاقی شرعی عدالت، وفاقی شریعت اپیل بنچ، سپریم کورٹ آف پاکستان نے فیصلے دیے، قومی اسمبلی نے ان کی منظوری دی۔

(ھ) انتہائی ٹھنڈے دل و دماغ سے جناب پرویز مشرف صاحب توجہ فرمائیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل، سپریم کورٹ، قومی اسمبلی کے فیصلہ کو متنازعہ بنانا یہ ملک یا قوم کی کونسی خدمت ہے؟ غیروں کی غلامی اُن کی ہاں میں ہاں ملانے کی پالیسی پر عمل درآمد کے لیے ہم نے کہاں تک جانا ہے؟ آخر اِس کی کوئی حد تو ہونی چاہیے۔ افغانستان؟ عراق؟ وانا؟ اور پھر قوم کے محسن سائنسدانوں؟ کے بعد ایک مسلمان ہونے کے ناطے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس باقی رہ گئی تھی۔ کیا ہم آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کی عزت و ناموس کے تحفظ سے بھی دستبردار ہو جائیں گے؟

جناب پرویز مشرف صاحب توجہ فرمائیں کہ ☆ امریکہ جو اپنے مخالفین کو گوانتا ناموبے لے جاتے ہوئے اُن کی داڑھیاں مونڈھ دے ☆ اُن کو الف ننگا کر کے پلاسٹک کے کور میں پیک کر کے سامان کے تھیلوں کی طرح اُٹھا اُٹھا کر جہازوں میں پھینکے ☆ گوانتا کی جیل میں لے جا کر صلیب پرست، مسلمانوں کے سامنے گزشتہ چودہ صدیوں کی معزز شخصیات پر استہزاء کے نشتر چلائیں ☆ صلیب پرست، عراق کی ابو غریب جیل میں مسلمان مرد و عورتوں کو ننگا کریں ☆ اُن کے گلے

میں رسا باندھ کر کتوں کی طرح بھونکنے پر مجبور کریں ☆ صلیب پرست، ستر سالہ مسلمان بوڑھی عورت کو گدھی بنا کر اُس پر سواری کریں ☆ صلیب پرست، مسلمان مردوں وعورتوں کو ننگا کر کے ایک دوسرے سے بدکاری کرنے پر مجبور کریں ☆ صلیب پرست، مسلمان قیدیوں کے ننگے جسموں کے نازک اعضاء کو سگرٹوں سے داغیں ☆ صلیب پرست، زندہ قیدی کو برف کے بلاکوں سے باندھ کر موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد اُس کی لاش پر امریکی فوجی دلاویز مسکراہٹوں کے ساتھ مرنے والے کے منہ پر انگوٹھا رکھ کر اپنی تصویر بنوائے۔

ان کے گھناؤنے کردار پر اظہارِ نفرت اور اُن سے لاتعلقی تو در کنار بلکہ اُن کے کہنے پر ایک مسلمان ہونے کے ناطے دنیائے کائنات کی سب سے معزز ذات گرامی محبوب رب العالمین آنحضرت ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ سے دستبردار ہو جائیں۔ فرمائیے اِس کا کوئی جواز ہے؟

(۲) توہینِ رسالت قانون سے دستبردار ہونا، اس میں ترمیم کرنا، اس میں رعایت برتنا دراصل اہانتِ رسول کرنے والوں کی وکالت کرنا ہے۔ اہانتِ رسول کے مرتکبین کو لائسنس دینا ہے کہ وہ جو چاہیں آپ ﷺ کے متعلق کہیں۔ انہیں جونسی سرکاری وقانونی سطح پر رعایت ممکن ہے، ہم دینے کے لیے تیار ہیں؟ معاذ اللہ! اب ہم یہاں کھڑے ہیں۔

(۳) مسیحی حضرات کی سب سے مقدس شخصیت سیّدنا حضرت عیسٰی علیہ السلام پر یہودیوں کی طرف سے دو ہزار سالہ الزامات کا، قرآن، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں نے جواب دیا۔ سو سال سے قادیانیوں کی طرف سے مسیح علیہ السلام پر اعتراضات کے جوابات اُمتِ محمدیہ ﷺ دے رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ماننے والے چودہ سو سال سے سیّدنا مسیح علیہ السلام کے وکیل صفائی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ مسلمان، سیّدنا مسیح علیہ السلام کی عزت وناموس کے پاسبان ہیں۔ اس پر شکریہ ادا کرنے کی بجائے اُلٹا یورپ وامریکہ کے مسیحی اپنے نمائندگان، این جی اوز کے ذریعہ ہم سے لائسنس حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ ہم تمہارے نبی مکرم ﷺ کی توہین کریں تو قانون ہمیں نہ روکے، اُن کے اس مطالبہ کی ترجمانی کون کر رہے ہیں۔ پاکستان کی اعلیٰ ترین شخصیت۔ آخر کیوں؟

(۴) دنیا کے کسی ملک کے سپریم کورٹ، نیشنل اسمبلی کے فیصلوں پر دوسرے ملک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ تنقید کرے؟ اور دباؤ ڈالے کہ تم اپنا قانون تبدیل کرو۔ امریکہ کی قومی اسمبلی اور سپریم

کورٹ کے فیصلوں کو تبدیل کرنے کے لیے اخلاقی و قانونی طور پر ہمیں اجازت ہے کہ اس پر ہم آواز اُٹھائیں؟ اگر ایسا نہیں تو لاوارث اور کمزور ملک پاکستان ہی رہ گیا ہے کہ اس کے قانون ساز اداروں کے فیصلوں کو تبدیل کرنے کے لیے ہم پر دباؤ ڈالا جاتا ہے اور ہم ذہنی طور پر ان کے آگے اتنے مفلوج، اپاہج اور دریوزہ گر ہو گئے ہیں کہ ان کی ترجمانی کے فرائض سرانجام دینے کے لیے گلے پھاڑ پھاڑ کر اپنی نوکری پکی کرانے کی کوشش کر رہے ہیں، آخر کیوں؟

(۵) اگر ایک بدنصیب شخص کسی پیغمبر کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے۔ اسے قانون کے سپرد کرنا، عدالت پر معاملہ چھوڑنا بہتر ہے یا ملزم کو رعایت دے کر اس پیغمبر کے ماننے والوں کے رحم و کرم کے اسے سپرد کر دینا مناسب ہے کہ وہ جو چاہیں اس سے کریں؟ آخر جب قانون، پیغمبر کی عزت کی پاسبانی نہیں کرے گا تو کیا اِس کے ماننے والوں میں سے بھی کوئی اپنے پیغمبر کی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے آمادہ نہ ہوگا؟ قانون میں رعایت دے کر ہم پورے ملک کو بدامنی کی طرف تو نہیں دھکیل رہے؟ برصغیر میں انگریز حکومت کے وقت مسلمانوں نے جان کا نذرانہ دے کر اہانتِ رسول کے مرتکبین کو لگام دی۔ تاریخ اِس پر گواہ ہے۔ اس سے سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔ تاریخ سے سبق حاصل کرنے کے بجائے نئی تاریخ رقم کرنے کا سامان فراہم کرنا کیا یہ دانشمندی ہے؟

(۶) جناب پرویز مشرف صاحب پر حملے ہوئے یا کرائے گئے۔ وہ کون لوگ تھے؟ پوری تندہی سے حکومت دن رات ایک کر کے اِن کو تلاش کرنے کے درپے ہے۔ جناب پرویز صاحب! اپنی ذات کے دشمنوں یا ملک کے مخالفوں اور دشمنوں کو چن چن کر سبق سکھانا ضروری اور بہت ضروری!!!! اور آنحضرت ﷺ کے دشمنوں، مخالفوں اور زبان درازی کرنے والوں کو رعایت دینے کے درپے ہونا ایک مسلمان کے ناطے اس کا کوئی جواز ہے؟

(۷) اِن تمام کارروائیوں کے جواز کے لیے جو گھسی پٹی وجہ بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آخر یہی ایک قانون ہے جو غلط استعمال ہو رہا ہے؟ کل کی بات ہے کہ آپ کے وزیر قانون خالد رانجھا نے ارشاد فرمایا کہ پاکستان میں ۹۸ فیصد مقدمات جھوٹے قائم ہوتے ہیں۔ جی بسم اللہ! ہمت کیجیے پورے قانون کو تبدیل کیجیے، پاکستان کو ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کی پوزیشن پر لے جائیے۔ آج تک جن سابقہ حکمرانوں نے، ملک کے بانی حضرات نے، منتخب حضرات نے، قانون ساز اداروں نے، سپریم کورٹ نے جو کچھ کیا وہ غلط۔ وہ

قانون کے غلط استعمال کو روکنے میں ناکام۔ آنجناب بصد عزت وقار اس ملک کے حقیقی خیر خواہ۔ اس ملک کے واحد خیر خواہ، نئی بنیادوں پر نئی لائنوں پر، ملک کی نئی تعمیر کا نیا نقشہ، انجامِ گلستان کیا ہوگا؟ جناب یحیٰی خان نے جغرافیہ تبدیل کیا تھا۔ آپ نظریہ تبدیل فرمائیں۔ نہ اُسے کوئی روک سکا، نہ آنجناب کو کوئی روک سکے گا۔ بسم اللہ کیجیے۔ وقت سے فائدہ اُٹھائیے۔ اس لیے کہ گیا وقت ہاتھ نہیں آتا۔ دیر نہ ہونے پائے۔

(۸) پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ اس کے تشخص کو ملیا میٹ کرنا آئین سے تجاوز ہے۔ اسلام کی رُوح پیغمبر علیہ السلام کی عزت و ناموس کا تحفظ ہے۔ اس میں دراڑ ڈالنے والے کو قانون کے ذریعہ دار پر کھینچنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اپنی ذات و عزت و ناموس کے محافظ حکمرانوں کو پیغمبر علیہ السلام کی عزت و ناموس کا احساس کرنا چاہیے۔ یہ اسلام اور پاکستان کی بقاء کا راز ہے۔ اس سے دستبردار ہونا اپنی حمیت سے دستبردار ہونے کے مترادف ہے؟ آخر میں بے جا نہ ہوگا کہ تاریخ کا ایک واقعہ نقل کر دیا جائے۔

"انگریز حکمران ہر سال گرمیوں کے موسم میں لندن میں ایک سرکاری تقریب منعقد کر کے ہندوستان کے تمام رؤسا، وڈیروں، جاگیرداروں کو مدعو کرتے، جن میں دیگر ہندوستانی رؤسا کے علاوہ نواب آف بہاولپور بھی شریک ہوتے۔ ایسے ایک اجتماع کے موقع پر نواب بہاولپور نے جناب عمر حیات ٹوانہ سے کہا کہ میری ریاست بہاولپور کی عدالت میں قادیانیوں کے متعلق ایک کیس زیرِ سماعت ہے۔ انگریز حکومت کا مجھ پر دباؤ ہے کہ قادیانیوں کے خلاف فیصلہ نہ ہو۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس پر جناب عمر حیات ٹوانہ نے کہا کہ نواب صادق صاحب! انگریز نے ہم سے حکومت، اقتدار، خزانہ، عزت و ناموس سب کچھ لے لیا ہے۔ کیا اب وہ ہم مسلمانوں سے آخری متاع آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس کی عزت و ناموس بھی ہتھیانے کے درپے ہے؟ یہ کہہ کر عمر حیات ٹوانہ نے کہا کہ نواب صاحب! ڈٹ جائیں، اس متاعِ عزیز کا تحفظ کریں۔ ہم سے انگریز یہ نہ چھیننے پائے۔ اس پر وہ دونوں (عمر حیات ٹوانہ اور نواب صاحب) انگریزوں کے سامنے ڈٹ گئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ خواجہ خواجگان شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کی روایت کے مطابق مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے یہ واقعہ سنا کر فرمایا کہ ان دونوں کی نجات کے لیے اتنا کافی ہے "وہ ڈٹ گئے"۔

فرمایئے جناب پرویز مشرف صاحب! تاریخ میں آپ کیا رقم کرانا چاہتے ہیں ؟ ''ڈٹ گئے'' یا ''ہٹ گئے''۔

اللہ وسایا

حضرت مولانا کی تحریر بہت وزنی جچی تلی اور موقع کے بالکل مناسب ہے۔ پاکستان کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر لبیک کہیں اور تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کریں اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

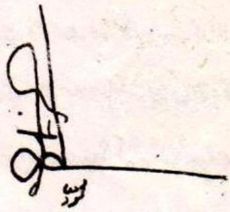

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درسِ حدیث

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان "خانقاہِ حامدیہ چشتیہ" رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہ نامہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

حضرت ثابت بن قیسؓ کا تقوٰی اور نبی علیہ السلام کا اُن پر اعتماد

سچے نبی اور جھوٹے نبی کے مقاصد میں فرق

نائبینِ رسول کے لیے اتباعِ سنت ضروری ہے

تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۴ سائیڈ اے/ ۸۵-۲-۸

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد واٰلہٖ واصحابہ اجمعین امابعد!

اللہ تعالیٰ نے اسلام میں عقائد بھی سکھائے ہیں احکام بھی دیئے ہیں آداب بھی سکھائے ہیں، تہذیب و ادب۔ تو یہ بات اسلام کی جامعیت کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی جن کا نام ثابت رضی اللہ عنہ ہے، ثابت بن قیس بن شماس، وہ انصار میں یعنی مدینہ منورہ کے باشندوں میں جو اسلام قبول کر چکے تھے نہایت فصیح البیان تھے وہ خطیب الانصار تھے۔

پہلے زمانہ میں اچھے خطیب کے لیے بلند آواز والا ہونا ضروری تھا :

اب اُن کی آواز بڑی تھی اور اس زمانے میں لاؤڈ سپیکر تو تھا نہیں وہ تو اِس صدی کی ایجاد ہے تو پھر طریقہ آواز پہنچانے کا یہی تھا کہ سردار ایک بات کہہ دیتا تھا اُس کو دائیں بائیں سامنے جو بڑی آواز والے لوگ ہوتے تھے وہ پہنچا دیتے تھے، اعلانات اِسی طرح ہوتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں جو خصائص ذکر کی گئی ہیں یعنی وہ باتیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھیں اُن میں معجزات بھی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ :

اُن میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز جس مجمع سے خطاب فرماتے تھے اُس تک پہنچ جاتی تھی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے ہوتا تھا تو اب خطیب وہ ہوسکتا تھا جس کی آواز اچھی بھی ہو، بہت بڑی بھی ہو، دُور تک جاسکتی ہو۔ جنگ کے موقع پر بھی اعلانات اسی طرح سے ہوتے تھے مثلاً آتا ہے حنین کے موقع پر کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے جن کی آواز ڈبل تھی فرمایا کہ تم یہ کہہ کر آواز دو تو حنین کے دن معرکہ میں بڑی گڑبڑ ہوگئی کیونکہ کفار کے تیراندازوں نے نقشہ جنگ ایسا بنایا کہ وہ جگہ جگہ چھپ گئے جب مسلمان زَد میں آئے تو پھر انھوں نے اُن گھات کی جگہوں سے تیر برسائے تو اِس سے بہت بڑی مقدار میں مسلمان زخمی ہوگئے اور زخم لگنے کے بعد آدمی اِدھر اُدھر بچتا ہے تو اِس طرح مسلمان تتر بتر ہوگئے۔ یہ چیز جب پیش آئی تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ تم یہ کہہ کر آواز دو۔ اب نقشہ جنگ ایسا خراب ہوا کہ ایسا کبھی بھی خراب نہیں ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ یہ کیا ہے؟ ایک اور صحابی نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا خدا کا حکم ہے بس خدا کی قدرت، اور قرآن پاک میں بھی ہے **لقد نصر کم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ** بہت سی جگہوں پر خدا نے تمہاری مدد کی ہے۔

اپنی تعداد پر گھمنڈ کا نقصان :

ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم حنین کے دن بھی جب تمہیں اپنی تعداد اچھی لگنے لگی یعنی دل میں ایک طرح سے تعداد پر بھروسہ یا ناز جیسے آگیا تو اللہ نے بتلایا کہ مدد تو میری ہوتی ہے تعداد کے زیادہ یا کم ہونے پر مدار نہیں ہے کامیابی یا ناکامی کا۔ قرآن پاک میں ہی یہ ہے **کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃً باذن اللّٰہ** تھوڑی تعداد بڑی تعداد پر خدا کے حکم سے غالب آتی ہی رہی ہے، بہت جگہ ایسے ہوتا ہی رہا اور مسلمان بھی تھوڑے ہی سے تھے غالب ہوتے ہوتے ساری دنیا پر چھاگئے۔ یہ برطانیہ چھوٹی سی جگہ ہے، غالب ہوتے ہوتے اس کی سلطنت ساری دنیا پر چھاگئی اور سورج ہی غروب نہیں ہوتا تھا اُس کی سلطنت میں۔ یہ رُوس ہے تھوڑے سے تھے یہ ماسکو وغیرہ کے قریب اِن کی جگہ تھی پھر وہ پھیلتے پھیلتے پھیل گئے تو یہ ہوتا آیا ہے، خدا کا نظام ہے اس طرح کا۔ تو **فلم تغن عنکم شیئًا وضاقت علیکم الارض بما رحبت** اُس وقت تھوڑی دیر کے لیے تو ایسا حال ہوگیا تھا کہ اتنی لمبی چوڑی زمین تنگ لگنے لگی تھی **ثم ولیتم مدبرین** تو لوگ پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹ گئے۔

میدانِ جنگ میں اطمینان اور سکینہ کا نزول :

ثم انزل اللّٰہ سکینتہ علٰی رسولہ وعلی المؤمنین پھر اللہ تعالیٰ نے وہ قلبی سکون نازل فرمایا جناب

رسول اللہ ﷺ پر اور مومنین پر۔ رسول اللہ ﷺ پر تو رہتا ہی تھا، اُس وقت مزید ہوا ہوگا۔

رسولِ خدا پیچھے نہیں ہٹے :

اور رسول اللہ ﷺ تو پیچھے نہیں ہٹے، صحابہ کرامؓ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ پیچھے ہٹ گئے تھے، تو اپنا جواب دینے سے پہلے انھوں نے جواب ہی یہاں سے شروع کیا کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے نہیں ہٹے ہم تو ہٹے تھے آپ پیچھے نہیں ہٹے تھے۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ تم لوگ پیچھے ہٹ گئے تھے تو ''تم لوگوں سے'' شبہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی پیچھے ہٹے تھے تو انھوں نے بجائے اِس کے کہ جواب دیتے کہ ہاں ہم پیچھے ہٹے تھے انہوں نے پہلے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے نہیں ہٹے تھے بلکہ سواری پر سوار تھے تو ایسے ہوسکتا تھا کہ سواری پیچھے ہٹے جانور پیچھے ہٹ جائے خود، یہ تو ہوسکتا ہے۔

بہادری کی انتہاء، سواری سے اُتر گئے :

تو اِس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے نیچے اُتر کر کھڑے ہوگئے تا کہ پیچھے ہٹنا بالکل نہ ہوسکے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں آواز دی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بھی آتا ہے کہ انھوں نے آواز دی وہ ''جھیر الصوت'' [۱] تھے تو پھر انصار اور مہاجرین یہ سب کے سب فوراً جمع ہوگئے بالکل دیر نہیں لگی۔ تشبیہ دیتے ہیں ایسے جیسے گائے اپنے بچے کے بولنے پر دوڑ کر آتی ہے ایسے یہ سب مسلمان جمع ہوگئے پھر مقابلہ ہوا اور شکست ہوگئی اُن کفار کو اور زبردست شکست ہوئی۔ کوئی چیز وہ نہیں لے سکے، سب چیزیں چھوڑ کر بھاگ گئے بال بچے بھی یہ بھی وہ بھی عورتیں بھی سب چھوڑ کر بھاگ گئے تو ''جھیر الصوت'' لوگ جو تھے وہ کام آتے تھے اعلان کرنے میں بھی اور لڑائیوں میں بھی۔

حضرت ثابتؓ باکمال خطیب تھے :

اب ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جو تھے یہ انصار کے خطیب تھے تو خطیب کے لیے بہت سی چیزیں ضروری ہیں۔ آواز بڑی بھی ہو اور خوبصورت بھی ہو، اُس میں بلاغت ہو، فصیح اللسان بھی ہو۔ بلاغت کے معنی یہ ہیں کہ جیسی گفتگو کی ضرورت ہے وہ گفتگو کی جائے اِدھر اُدھر کی باتیں نہ کرے موقع کے مناسب بات کرے تو اُس کا نام ''بلاغت'' ہے اور اگر اُس کے الفاظ بھی خوبصورت ہوں تو اُس کا نام ''فصاحت'' ہے تو فصیح بھی ہو بلیغ بھی ہو اور یہ سمجھداری کے بغیر نہیں ہوسکتا تا کہ وہ موقع کے مناسب جملے لائے تو رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کو خطابت ہی کے لیے استعمال فرمایا ہے جگہ جگہ۔

---

[۱] بلند آواز والے

جھوٹے نبی کا گھٹیا مقصد اور نبی علیہ السلام سے گفتگو :

''مسیلمہ کذاب'' آیا تھا اور اُس نے آکر رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کی، اُس نے بھی نبوت کا دعوٰی کیا تھا اور اُس کو ہوس ہوگئی تھی ملک گیری کی اور اُس نے کہا یہ اچھا طریقہ ہے نبوت کا دعوٰی کرو کچھ پیروکار ہو جائیں گے وہی فوج کا کام دیں گے لڑیں گے تو ''بنو حنیفہ'' اُس کا قبیلہ تھا، وہ لوگ تھے اُس کے ساتھ اور وہ لڑیں بھی ہیں سچ مچ، بہت کچھ لڑے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں بہت بڑا نقصان ہوا ہے مسلمانوں کا۔ مسلمان بہت بڑی تعداد میں شہید ہوئے ہیں اور بڑے بڑے حضرات قراء یمامہ کی لڑائی میں شہید ہوگئے اور اہلِ بدر شہید ہوگئے یعنی بہت بڑی تعداد اُس میں شہید ہوئی ہے مسلمانوں کی اور پھر وہ بالآخر مارا گیا۔ تو مسیلمہ کذاب وہ آیا تھا بات کرنے کے لیے تو رسول اللہ ﷺ نے اُسے فرمایا کہ یہ جو میرے ہاتھ میں چھڑی ہے اگر تو نے یہ چاہی مانگی تو میں یہ بھی نہیں دوں گا تجھے مطلب یہ ہے کہ تیری ساری سمجھ جو ہے وہ غلط ہے۔

مقاصدِ نبوت :

تُو یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ ملک گیری کے لیے ہم نے کام کیا ہے یہ غلط ہے۔ یہ تو خدا کا پیغام ہے وہ پہچانا ہے اور لوگ اسلام قبول کریں ہدایت قبول کریں بس اتنا ہمارا مقصد ہے ملک گیری ہے ہی نہیں ہمارا مقصد، بلکہ اس نظام کو پھیلانا یہ مقصد ہے اور خدا کا پیغام پہچانا اصلاح کرنا عقائد کی اعمال کی یہ مقصد ہے۔

مثال سے وضاحت :

چنانچہ حبشہ کے جو بادشاہ تھے انھوں نے تو رسول اللہ ﷺ کی زیارت بھی نہیں کی بہت دُور تھے مگر وہ مسلمان ہوگئے، وہاں یہ نہیں فرمایا کہ تم بادشاہت چھوڑ دو میرے پاس آجاؤ یا یہ لکھ کر دو کہ میں تمہارے تابع ہوں یا میں تمہیں یہ دیتا رہوں گا، یا میں تمہارے اُوپر فلاں آدمی کو حاکم بنا کر بھیج رہا ہوں، کوئی بات ایسی نہیں فرمائی۔ وہ اپنے ملک میں رہے اُسی طرح رہے اور اسلام پر رہے تو رسول اللہ ﷺ نے زمین پر قبضہ کرنے کے لیے یہ نہیں کیا۔ ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ جسے چاہے اللہ تعالیٰ اُسے حکومت عطا فرما دیتے ہیں۔ ایک عرصہ تک چلتی ہے وہ، آدمی چلا جاتا ہے لیکن نظام تو رہتا ہے حکومت کر گیا چلا گیا نظام قائم ہے۔ مگر اُس نے کہا تھا کہ یہ جو شہر ہیں یہ میرے ہوں گے اور اس طرح سے جو جنگل ہیں یہ آپ کے ہوں گے اپنی پسند کی بات اس نے کچھ کی معاہدہ کرنا چاہا اور اپنے کو لکھتا تھا مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ مسیلمہ کی طرف سے جو خدا کا رسول ہے محمد ﷺ کے نام جو خدا کے رسول ہیں۔ اپنے کو بھی لکھتا تھا کہ میں بھی رسول ہوں اور محمد بھی رسول ہیں (ﷺ) لھٰذا واجب القتل تھا۔

اُسی وقت آپ نے اُسے قتل کیوں نہ کیا :

لیکن جب آجائے کوئی آدمی اور مہمان ہو جائے تو اُسے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ یہ پہلے سے سلطنتوں کے آداب کے بھی خلاف ہے اور اگر ایسے کیا جاتا کہ اُسے مار دیا جائے یا کچھ کیا جائے تو پھر یہ اعلانِ جنگ ہوتا تھا اور پھر بغیر جنگ کیے کام نہیں بنتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اُس کو جواب دیا کہ زمین جو ہے وہ خدا کی ہے وہ بانٹنا میرا کام ہی نہیں ہے یہ الگ کام ہے میرا کام جو ہے سمجھانا ہے آئین دینا ہے دستور دینا ہے اعمال دینے ہیں، امر بالمعروف نہی عن المنکر، عقائد کی صحت، آداب یہ میں دیتا ہوں تو زمین بانٹنی اور سودے بازی یہ نہیں اگر تو سودے بازی کے طور پر مجھ سے یہ جو اتنا سا لکڑی کا ٹکڑا ہے میرے ہاتھ میں یہ بھی مانگے گا تو یہ بھی میں نہیں دُوں گا کیونکہ سودے بازی سرے سے ہمارا کام ہے ہی نہیں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ پر اعتماد :

وھذا ثابت یُجِیْبُکَ عَنِّی یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ ہیں یہ میری طرف سے تمہیں جواب دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس کو یہ فرمایا پھر اُٹھ کر تشریف لے گئے۔ پھر وہ لوگ چلے آئے ہوں گے بات چیت ہوئی ہوگی جواب دیا ہوگا۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اِن کی فضیلت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اِن کو اپنی طرف سے نائب مقرر فرمایا کہ یہ میری طرف سے جواب دیں گے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بہت بڑے قابلِ اعتبار اور دینی اعتبار سے پوری سمجھ رکھنے والے شخص تھے اب اِن کا قصہ آتا ہے یہاں جو میں نے حدیث شریف شروع کی تھی کہ یہ خطیب انصار تھے۔ اب آیت یہ اُتری تہذیب سکھانے کے لیے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی رسول اللہ ﷺ کی آواز سے زیادہ آواز نہ اُٹھاؤ۔ ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض جیسے ایک دوسرے سے بات کر لیتے ہیں زور زور سے یا ایک دوسرے کی بات کاٹ کر زور سے اپنی بات کہنے کی کوشش کرتا ہے آدمی تو اُس میں دوسرے سے زیادہ اپنی آواز اُونچی کرتا ہے کہ میں سُنا دوں اپنی بات۔ جلدی میں کرتا ہے ایسے سبقت کرنی چاہتا ہے ضرورت سمجھتا ہے یا اپنی بات کو اہم سمجھتا ہے ایسے موقعوں پر ہر وقت یہ ہوتا ہے لوگوں میں، تو فرمایا جیسے ایک دوسرے کے سامنے جہر کرتے ہو ایسے نہ کرو۔ اور پھر اس کا دینی اعتبار سے یہ نقصان تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ جن پر ایمان ہے اگر اُن کے بارے میں ذرا سی بھی توہین ہو جائے تو بس کفر ہے اور توہین بھی نظر نہیں آئے گی محسوس نہیں ہوگی کیونکہ بے احتیاطی کا عادی ہے اور خدا کے ہاں وہ شمار ہو جائے گی، اگر وہ خدا کے ہاں شمار ہو گئی تو جو عمل کیے ہیں ایمان ہے اسلام ہے سب ختم ہو جائیں گے ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون تمہیں خبر بھی نہ ہوگی اور حبطِ عمل ہو جائے عمل ضائع ہو جائیں یہ آیت اُتری۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا تقوٰی اور احتیاط :

تو حضرت ثابت بن قیس جو تھے رضی اللہ عنہ اُن کے تقوٰی کی بات ہے یہ، کہ یہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے واحتبس عن النبی ﷺ آپ کے پاس آنے سے رُک گئے آتے ہی نہیں تھے گھر میں بیٹھے رہتے تھے آئے نماز پڑھی پھر چلے گئے پاس آنا چھوڑ دیا۔ اب رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ماشان ثابت ایشتکی، ثابت کہاں ہیں اُنہیں کوئی تکلیف ہے؟ یہ طبع پُرسی مزاج پُرسی کسی کو نہ دیکھنا یہ دریافت کرنا پوچھنا یہ سنت ہے رسول اللہ ﷺ نے ایسے کیا ہے اور دوسروں کو تعلیم دی ہے فاتاہ سعدؓ حضرت سعد بن معاذؓ پہنچے اور جا کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ دریافت فرمارہے تھے کہ کیا بات ہے بیمار ہیں یا کیا ہے؟

علماء اور ائمہ مساجد کو بھی اِس سنت پر عمل کرنا چاہیے :

تو اب بھی آپ کی جگہ جو حضرات ہوں جو نائبین رسول ہیں مثلاً علماء اور ائمہ مساجد وغیرہ اُن کے لیے بھی اِس میں ایک طریقہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی نہ آئے مسجد وغیرہ میں تو پھر اُس کا حال پوچھنا چاہیے۔ وجہ پوچھنی چاہیے کوئی ضرورت ہو تو وہ اُس کی پوری کرنی چاہیے یہی نہیں کہ صرف نماز پڑھائی اور الگ ہو کر بیٹھ گئے یہ نہیں ہے صحیح طریقہ۔ صحیح طریقہ یہی ہے کہ پوچھا جائے خبر گیری کی جائے ضرورت ہو تو ضرورت میں مدد کی جائے جتنی ہو سکے، تو حضرت ثابتؓ کہنے لگے انزلت ھذہ الایۃ یہ آیت اُتری ہے ولقد علمتم انی مِن ارفعکم صوتا اور تم جانتے ہی ہو کہ سب سے زیادہ اُونچی آواز میری ہوتی ہے تو کہنے لگے اس لحاظ سے تو میں معاذ اللہ جہنمی ہوا۔ یہ بات اُنھوں نے (حضرت سعدؓ) نے آکر رسول اللہ ﷺ کو بتلائی تو رسول اللہ ﷺ نے پھر گویا حکم کی وضاحت فرمائی کہ مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کی آواز بڑی ہے تو وہ اپنی آواز چھوٹی کر لے وہ تو کر ہی نہیں سکتا مطلب یہ ہے کہ وہ جو قصداً آواز اُٹھائی جاتی ہے وہ نہیں ہونا چاہیے اور اصل میں برابری جس سے سمجھ میں آتی ہو یا بے ادبی سمجھ میں آتی ہو تو اُس کی شکل بھی یہی ہوتی ہے جو میں نے عرض کی۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو جنت کی نوید :

پھر فرمایا جاؤ اُن سے یہ کہو بل ھو من اھل الجنۃ کہ وہ جنتی ہیں تو یہ خبر ان کے لیے بہت عظیم تھی اور ایسے حضرات جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ جملہ استعمال فرمایا بہت ہی تھوڑے ہیں تو آقائے نامدار ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو تمام قسم کے آداب، احکام، اُونچ نیچ، چھوٹے بڑے کی تہذیب، یہ سب چیزیں تعلیم فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو احکام پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ اختتامی دُعاء.........

☆☆☆

دلائل نبوت ﷺ

☆

﴿ مولانا محمد سلمان صاحب منصور پوری ﴾

(۱) قرآن مقدس، سراپا معجزہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں جتنے بھی انبیاء مبعوث فرمائے اُن کو کچھ نہ کچھ ایسی نشانیاں عطا فرمائیں جنہیں دیکھ کر لوگوں کو اُن کی سچائی اور حقانیت کا یقین آ جائے چنانچہ اُن کے دستِ مبارک سے ایسے محیر العقول مناظر سامنے آئے کہ لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے آگ کا گل وگلزار ہو جانا، سیّدنا حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کا موم ہو جانا، سیّدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہواؤں اور جنات وغیرہ کا مسخر ہو جانا، سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عصائے مبارک کا اژدہا بن جانا، سیّدنا حضرت صالح علیہ السلام کی دُعا سے معجزاتی اُونٹنی ظاہر ہونا اور سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ لا علاج مریضوں کا شفایاب اور مُردوں کا زندہ ہو جانا وغیرہ ایسے معجزات ہیں جن کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔

اِسی دستور کے موافق ہمارے آقا و مولا حضرت خاتم النبیین سیّدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات عطا فرمائے جو آپ کی رسالت کی سچائی اور حقانیت پر کھلی ہوئی دلیل ہیں۔ تاہم پچھلے انبیاء علیہم السلام کو جو بھی نشانیاں عطا فرمائی گئیں وہ صرف اُن کی حیات دنیوی تک محدود تھیں۔ جب وہ حضرات دنیا سے پردہ فرما گئے تو اُن کے دستِ مبارک پر ظاہر ہونے والی نشانیاں بھی لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں لیکن ہمارے آقا سیّدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم الانبیاء ہیں اِس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں طرح کی نشانیاں عطا فرمائیں، بہت سی نشانیاں ایسی تھیں جن کا صرف آپ کے دور میں پائے جانے والے خوش نصیب حضراتِ صحابہؓ نے مشاہدہ فرمایا۔ جبکہ بعض نشانیاں ایسی ہیں جو تا قیامت اُسی آب وتاب اور شان وشوکت کے ساتھ باقی اور برقرار رہیں گی اور ہر زمانے کے لوگ کھلی آنکھوں سے اُن کا مشاہدہ کرتے رہیں گے اِنہی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی اللہ کی یہ پاک کتاب "قرآن کریم" ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے اِسی مضمون کو اِس طرح بیان فرمایا ہے :

عن ابی ھریرۃؓ ان النبی ﷺ قال	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
ما من الانبیاء من نبی الا قد	مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد

اعطی من الآیات ما مثله آمن علیه البشر، وانما کان الذی اوتیت وحیا اوحی الله الی فارجوان اکون اکثرھم تابعاً یوم القیٰمة . (مسلم شریف ۸۶/۱)

فرمایا کہ ہر نبی کو کچھ ایسی نشانیاں دی گئیں ہیں جن پر انسان ایمان لائے اور مجھے جو نشانی عطا کی گئی ہے وہ وحی ہے جو اللہ نے مجھ پر نازل فرمائی، تو مجھے اِس بات کی اُمید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین کی تعداد دیگر انبیاء کے متبعین سے زیادہ ہوگی۔

مطلب یہ ہے کہ آپ پر نازل ہونے والا قرآن مقدس چونکہ اللہ کی وحی ازلی ہے جو اپنے الفاظ ومعانی کے ساتھ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے لہٰذا آپ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی اُس کی معجز نمائی برقرار رہے گی جسے دیکھ کر آپ کی اُمت میں برابر اضافہ ہوتا رہے گا۔

یہ قرآن مقدس بذات خود معجزہ ہے۔ اِس کی فصاحت وبلاغت، زبان وبیان، حقائق ومعارف، جامعیت اور حقانیت اظہر من الشمس ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے تمام عالم کے لیے ایسا چیلنج ہے جس کی مثال پیش کرنے سے ساری کائنات عاجز اور درماندہ ہے اور اِس کی مثال نہ کوئی لا سکا ہے اور نہ لا سکتا ہے۔

(۲) چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا :

جس وقت آپ مکہ معظمہ میں مقیم تھے تو مشرکینِ مکہ نے آپ سے کوئی نشانی دکھلانے کی درخواست کی تو آنحضرت ﷺ نے اُن کو مطمئن کرنے کے لیے بحکمِ خداوندی چاند کے دو ٹکڑے کرنے کی نشانی دکھلائی۔ ایک روایت میں ہے :

عن انس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه ان اھل مکة سالوا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یریھم ایة فاراھم انشقاق القمر مرتین . (مسلم شریف ۳۷۳/۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ مکہ والوں نے پیغمبر ﷺ سے کوئی نشانی دکھلانے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے اُن کو چاند کو دو ٹکڑے کرنے کی نشانی دکھلائی۔

مسند احمد کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اِس نشانی کو دیکھ کر مشرکین بولے کہ محمد ﷺ نے ہم پر سحر کر دیا ہے۔ پھر خود ہی انہی میں سے بعض نے جواب دیا کہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر سحر ہوتا تو کسی ایک پر ہوتا سب لوگوں پر کیسے سحر ہو سکتا ہے؟ (تفسیر ابن کثیر مکمل ۱۲۸۱، شمائل الرسول ۱۴۶)

جس وقت چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا واقعہ مکہ معظمہ میں پیش آیا تو اس معجزہ کا ہندوستان میں بھی مشاہدہ کیا گیا۔ چنانچہ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے شروع میں عرب مسلمانوں کی ایک جماعت ہندوستان کے ساحلی علاقہ ''مالابار'' پہنچی، وہیں قریب میں ایک شہر تھا جس کا نام ''گدن کلور'' تھا جس کا حاکم ''سامری'' نام کا ایک راجہ تھا جو اپنی فہم وفراست اور اخلاقِ حسنہ میں مشہور تھا۔ جب یہ عرب لوگ اس کے دربار میں پہنچے تو اس نے اُن کا استقبال کیا اور ان کے مذہب کے بارے میں تحقیق چاہی تو اِن حضرات نے اسلام کا تعارف ان کے سامنے رکھا، دورانِ گفتگو معجزہ شق القمر کا بھی ذکر آگیا، اس حیرت انگیز واقعہ کو سن کر وہ راجہ حیرت زدہ ہوگیا اور اُس نے اپنے آباء واجداد کے زمانہ کے لکھے ہوئے روزنامچوں کو کھنگالنے کا حکم دیا، چنانچہ ایک قدیم روزنامچے میں یہ بات مل گئی کہ ''آج چاند دو ٹکڑے ہوا اور پھر اپنی ہیئت پر لوٹ آیا''۔ بس یہ دیکھ کر راجہ فوراً مسلمان ہوگیا اور یہی وہ خوش نصیب حاکم ہے جس نے مالابار کے علاقہ میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا (تاریخ فرشتہ اُردو جلد۲ بحوالہ تکملہ فتح الملہم ۶/۱۴۲)۔ علاوہ ازیں بہت سے مؤرخین نے ہندوستان کے بعض ایسے مندروں کا ذکر کیا ہے جن کی تاریخ تعمیر میں یہ بات لکھی ہے کہ انہیں اس رات میں بنایا گیا جس رات میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے (تکملہ فتح الملہم ۶/۱۴۳)۔

(۳) پتھر کا آنحضرت ﷺ کو سلام کرنا :

ابھی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی کے نزول کا سلسلہ شروع بھی نہ ہوا تھا کہ مکہ معظمہ کے بعض پتھر آپ کی خدمتِ اقدس میں نذرانۂ سلام پیش کرتے تھے۔ چنانچہ روایت ہے :

عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنه	حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه	روایت ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
وسلم انی لاعرف حجراً بمکة کان	ارشاد فرمایا کہ میں مکہ کے اُس پتھر کو جانتا
یسلم علی قبل ان ابعث انی لا عرفه	ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھ کو سلام کیا
الآن. (مسلم شریف ۲/۲۴۵).	کرتا تھا میں آج بھی اُس سے واقف ہوں

بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ حجرِ اسود تھا، اور بعض نے کہا کہ کوئی دوسرا پتھر تھا (تکملہ فتح الملہم ۴/۴۸۲)۔ بعثت سے پہلے کی اس طرح کی نشانیوں کو اصطلاح میں ''ارھاص'' کہا جاتا ہے۔

(۴) کنکریوں کا تسبیح پڑھنا :

کئی مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ بے جان اور بے زبان کنکریوں نے آپ کے کفِ اقدس میں آکر من جانب

خداوندی گویائی حاصل کی اور آپ کی سچائی کی شہادت برملا پیش کی۔ ایک روایت میں ہے :

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قدم ملوک حضر موت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیھم اشعث بن قیس قالوا انا قد خبانالک خباًفما ھو ، قال سبحان اللّٰہ انما یفعل ذالک بالکاھن وان الکاھن والکھانۃ فی النار فقالوا کیف نعلم انک رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کفا من حصی فقال ھذا یشھد انی رسول اللّٰہ فسبح الحصی فی یدہ قالوا نشھد انک رسول اللّٰہ (الخصائص الکبری للسیوطی ۱۲۵/۲)	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضر موت کے رؤساء پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں اشعث بن قیس بھی تھے تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایک بات اپنے دل میں چھپاتے ہیں آپ اس کے بارے میں ہمیں خبر دیجیے۔ تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ تو کاہنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور کاہن اور کہانت کا پیشہ سب موجب جہنم ہیں۔ تو اُن حضرات نے عرض کیا کہ ہم پھر یہ کیسے جانیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ تو آنحضرت ﷺ نے اپنے دستِ مبارک میں کنکریاں اُٹھا کر فرمایا کہ یہ کنکریاں میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیں گی چنانچہ اِن کنکریوں نے آپ کے دستِ مبارک میں تسبیح پڑھی جسے سن کر وہ حضرات بھی کلمہ شہادت پڑھنے پر مجبور ہوگئے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ پیغمبر اسلام کے ساتھ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں میں بھی کنکریوں نے تسبیح پڑھی۔

(۵) درختوں کا پیغمبر علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دینا :

متعدد احادیث اور روایتِ سیرت میں اس طرح کے واقعات ثابت ہیں کہ درختوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور آپ کی رسالت کی گواہی دی اور آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ اس سلسلہ کے تین واقعات ذیل میں پیش ہیں :

☆حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی عامر کا ایک دیہاتی شخص پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے یہ کیسے پتہ چلے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس درخت کی ڈالی کو بلاؤں تو کیا تم میرے رسول ہونے کی گواہی دے دو گے؟ تو اُس دیہاتی نے کہا کہ ہاں! چنانچہ آپ نے سامنے کے پیڑ کی ایک ڈالی کو بلایا پس اچانک وہ ڈالی درخت سے باقاعدہ نیچے اُتری اور زمین پر آ کر چلنے لگی تاآنکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس نے فرمایا کہ جا اپنی جگہ واپس چلی جا، چنانچہ وہ اپنی جگہ واپس لوٹ گئی۔ یہ دیکھ کر اُس دیہاتی شخص نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ (الخصائص الکبریٰ ۲/۶۰، دلائل النبوۃ ۶/۱۵)

☆حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں ایمان تو لے آیا ہوں لیکن آپ کوئی ایسی نشانی دکھلا دیجیے جس سے میرے یقین میں اور اضافہ ہو جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تم کیا چاہتے ہو؟" تو اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ اس (سامنے نظر آنے والے) درخت کو بلا کر دکھلائیے! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس درخت کے پاس جا کر اُسے میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ دیہاتی درخت کے پاس آیا اور درخت سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کر! یہ سنتے ہی وہ درخت دائیں اور بائیں جانب اتنا جھکا کہ اس کی جڑوں کے ریشے کٹ گئے اور پھر وہ اس دیہاتی کے ساتھ چل کر پیغمبر علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوگیا اور عرض کیا: **السلام علیک یا رسول اللہ**۔ یہ ماجرا دیکھ کر دیہاتی بول اُٹھا **حسبی ، حسبی** (بس کافی ہے، بس کافی ہے) اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے درخت سے فرمایا کہ جا اپنی جگہ پر واپس چلا جا، چنانچہ وہ لوٹ گیا اور اپنی جڑوں پر قائم ہوگیا، بعد میں اُس دیہاتی شخص نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے اپنے دست و پابوسی کی اجازت عطا فرمائیے! آپ نے اجازت دے دی، پھر عرض کیا کہ حضرت! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں، تو آپ نے فرمایا کہ کسی مخلوق کے لیے دوسری مخلوق کے لیے سجدہ جائز نہیں ہے (الخصائص الکبریٰ ۲/۵۹)۔

☆مسلم شریف میں حضرت جابرؓ کی طویل روایت ہے جس میں اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کے متعدد واقعات و معجزات ذکر فرمائے ہیں اُنہی میں سے ایک واقعہ خود انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک سفر کے دوران پیغمبر علیہ السلام قضائے حاجت کے لیے میدان میں تشریف لے گئے تو وہاں چھپنے کی کوئی مناسب جگہ نہیں تھی۔ البتہ میدان کے کنارے پر دو درخت تھے، پیغمبر علیہ السلام اولاً اُن میں سے ایک درخت کے پاس تشریف لائے اور اُس کی ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا کہ "اللہ کے حکم سے میرے تابع بن جا" چنانچہ وہ پیڑ آپ کے ساتھ اس طرح چلنے لگا جیسے لگام والی اونٹنی آدمی کے ساتھ چلتی ہے۔ پھر اُس کو لے کر آپ دوسرے درخت کے پاس پہنچے اور اُس کو بھی باذن خداوندی اپنے ساتھ لے لیا اور درمیان میدان میں لا کر دونوں درختوں کو ملنے کا حکم دیا چنانچہ وہ دونوں مل گئے (آپ ﷺ نے اِن کی آڑ میں ضرورت

پوری فرمائی)۔اس کے بعد دونوں پیڑوں کو اشارے سے اپنی اپنی جگہ چلے جانے کو کہا چنانچہ وہ دونوں پیڑ کھڑے ہو کر پھر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔اللہ اکبر! (مسلم شریف ۲/ ۲۱۷، ۲۱۸)

(۶) غروب کے بعد سورج کا لوٹ آنا :

متعدد روایتوں سے یہ واقعہ منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے سورج غروب ہونے کے بعد دوبارہ نکل آیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز عصر جو آپ ﷺ کی خدمت میں مشغولی کی وجہ سے رہ گئی تھی وہ آپ نے ادا فرمائی، یہ واقعہ خیبر کے قریب پیش آیا، چنانچہ روایت میں ہے :

عن اسماء بنت عميس رضى الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوحى اليه ورأسه فى حجر على رضى الله عنه فلم يكن يصلى العصر حتى غربت الشمس فقال رسول صلى الله عليه وسلم اللهم انه كان فى طاعتك وطاعة رسولك فاردد عليه الشمس. قالت اسماء فرأيتها غربت ثم رأيتها طلعت بعد ما غربت . (الخصائص الكبرىٰ ٢/ ١٣٧)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام پر وحی کا نزول ہو رہا تھا اور آپ کا سرِ مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا جسکی وجہ سے حضرت علیؓ عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے تا آں کہ سورج غروب ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے دُعا فرمائی کہ "یہ علی آپ کی اور آپ کے رسول کی اطاعت میں مشغول تھے لہٰذا اِن پر سورج لوٹا دیجئے"۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھا پھر غروب کے بعد طلوع ہوتے ہوئے بھی دیکھا۔

امام طحاویؒ نے مشکل الآثار میں بھی اس واقعہ سے متعلق متعدد روایتیں نقل فرمائی ہیں تاہم بہت سے محدثین نے اِس پر نقد بھی کیا ہے۔(تفصیل دیکھیں شمائل الرسول للحافظ ابن کثیر ۱۵۱، ۱۶۹)

(۷) کھجور کے ستون کا آپ کی جدائی پر بلک بلک کر رونا :

مسجد نبوی میں با قاعدہ منبر بنائے جانے سے پہلے آپ ﷺ ایک کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، پھر جب آپ کے لیے منبر بن گیا اور آپ نے اس تنے پر ٹیک لگانے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی تو اس

سعادت سے محرومی پروہ بے جان تنا بے چین اور بے قرار ہوگیا اور اُس وقت تک بلک بلک روتا رہا جب تک پیغمبر علیہ السلام نے اُس کے قریب تشریف لاکر خود تسلی نہ فرمادی۔ روایت میں ہے :

كان النبى صلى الله عليه وسلم يخطب الى جذع فاتخذ له منبر فلما فارق الجذع وعمد الى المنبر الذى صنع له جزع الجذع فحن كما تحن الناقة فرجع النبى صلى الله عليه وسلم فوضع يده عليه وقال اختر ان اغرسك فى المكان الذى كنت فيه فتكون كما كنت وان شئت ان اغرسك فى الجنة فتشرب من انهارها وعيونها فيحسن نبتك وتثمر فيأكل اولياء الله من ثمرتك فسمع النبى صلى الله عليه وسلم وهو يقول له نعم ! قد فعلت مرتين فسئل النبى صلى الله عليه وسلم فقال اختار ان اغرسه فى الجنة (سنن دارمى الخصائص الكبرىٰ ٢/١٢٦)

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک کھجور کے تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے پھر آپ کیلیے باقاعدہ منبر بنادیا گیا پس جب آپ کھجور کے تنے کو چھوڑ کر منبر کی طرف تشریف لے آئے تو وہ تنا بے قرار ہوگیا اور اس طرح رونے لگا جیسے اُونٹنی روتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اس تنے کے پاس تشریف لائے اور اس پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ دو میں سے ایک بات پسند کرلے تو چاہے تو میں تجھے اسی جگہ زمین میں بودوں جہاں تو پہلے تھا اور تو پھر اسی طرح سرسبز و شاداب ہوجائے اور اگر تو چاہے تو تجھے جنت میں بودوں جس کی نہروں اور چشموں سے تو سیراب ہو اور تیری شادابی میں نکھار آئے اور تجھ پر پھل لگیں جنہیں اللہ کے ولی نوشِ جان کریں۔ راوی فرماتے ہیں کہ اسکے بعد پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس تنے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "ہاں مجھے بیشک بار بار منظور ہے" نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس تنے نے اس بات کو پسند کر لیا کہ میں اسکی جڑیں جنت میں لگادوں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے ہاتھ پھیرتے ہی اُس تنے نے رونا بند کر دیا پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس پر دست شفقت نہ پھیرتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب کھجور کے تنے نے رونا شروع کیا تو اس کی بے قراری کو سن کر سننے والے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بھی گریہ و بکا کا عالم طاری ہو گیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کھجور کے تنے کا پیغمبر علیہ السلام کی جدائی پر رونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مُردوں کو زندہ کرنے سے بھی بڑا معجزہ ہے (الخصائص الکبریٰ ۲/ ۱۲۸)۔ جس جگہ یہ تنا تھا اسی جگہ کو مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے حصۂ ریاض الجنۃ میں ''اُسطوانۂ حنانہ'' کہا جاتا ہے۔

(۸) اُنگلیوں سے پانی نکلنا :

متعدد مرتبہ آپ کی حیات طیبہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ پانی کی قلت ہوگئی اور وضو وغیرہ کے لیے پانی کی شدید ضرورت تھی تو آپ ﷺ نے معمولی سے پانی میں اپنی مبارک اُنگلیاں رکھ دیں جن سے پانی کا ایسا چشمہ جاری ہوا کہ سینکڑوں افراد اس سے مستفیض ہوگئے۔ بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ارشاد فرماتے ہیں :

لقد رأیتنی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ وسلم وقد حضرت صلاۃ العصر ولیس معناماء غیر فضلۃ فجعل فی اناء فأتی بہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فادخل یدہ فیہ و فرج اصابعہ وقال حی ھلا علی الوضوء والبر اکۃ من اللّٰہ فلقد رأیت الماء یتفجر بین اصابعہ فتوضأ الناس وشربوا وکنا الفا وأربع مائۃ . (بخاری شریف ۲/ ۷۴۲ ، الخصائص الکبریٰ ۲/ ٦۷)

میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھا نماز عصر کا وقت ہوگیا اور ہمارے پاس معمولی سے بچے ہوئے پانی کے سوا کچھ پانی نہ تھا چنانچہ وہ پانی ایک برتن میں کر کے پیغمبر علیہ السلام کی خدمت اقدس میں لایا گیا آپ ﷺ نے اسمیں اپنا ہاتھ ڈال کر اُنگلیاں کھول لیں اور فرمایا آجاؤ! وضو کے پانی اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ برکت کی طرف۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دیکھا کہ پانی آپ ﷺ کی مبارک اُنگلیوں کے درمیان سے اُبل رہا ہے چنانچہ لوگوں نے وضو کیا اور پانی پیا اور ہماری تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ ایک دوسرے واقعہ میں معمولی سا پانی آپ کی برکت سے اسّی لوگوں کے لیے کافی ہوگیا۔ اور ایک دوسرے واقعہ میں تین سو لوگوں کے لیے کافی ہوگیا۔ (مسلم شریف ۲/۲۴۵، ۲۴۶)

(۹) برکتیں ہی برکتیں :

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سراپا برکت تھی۔ آپ کے ذریعہ سے حسی اور معنوی ایسی برکتوں کا ظہور رہا جسے دیکھ کر دنیا دنگ رہ گئی مثلاً :

☆ جب پیدائش کے بعد آپ ﷺ کو دُودھ پلانے کے لیے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کیا گیا تو حضرت حلیمہؓ نے کھلی آنکھوں برکتیں محسوس کیں، اُن کے پستان دُودھ سے بھر گئے، اُن کی لاغر اور مریل اُونٹنی کے تھن دودھ سے پھول گئے اور یہ اُونٹنی جو آتے وقت سب سے پیچھے تھی پیغمبر ﷺ کے سوار ہونے کی برکت سے سب سے آگے دوڑنے لگی۔ اور حلیمہ کا قبیلہ بنو سعد جو اُس وقت قحط زدہ تھا حضرت پیغمبر علیہ السلام کی برکت سے حلیمہ کا گھرانہ اور اُس گھر کی بکریاں حیرت انگیز طور پر قحط سے محفوظ ہوگئیں (سیرت ابن ہشام مع الروض الانف ۱/ ۲۸۸)۔

☆ غزوۂ خندق کے موقع پر جب پیغمبر علیہ السلام نے بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر جا کر صورتِ حال بیان کی تو گھر میں کچھ روٹی کے ٹکڑے اور چند کھجوریں تھیں جو صرف پیغمبر علیہ السلام کے لیے کافی ہو سکتی تھیں لیکن نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور آپ کی برکت سے اس تھوڑے سے کھانے میں اتنی وسعت ہوئی کہ کم و بیش اسّی حضرات نے پیٹ بھر کے کھالیا۔ (الخصائص الکبریٰ ۲/ ۷۶)

☆ ایک صحابیہ اُم اوس بہزیہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے گھی تیار کیا اور اُسے ایک مشکیزہ میں کر کے آپ کی خدمت میں ہدیہ میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اِس کو قبول فرمالیا اور اس میں کچھ باقی چھوڑ کر اُس پر دم کیا اور برکت کی دعا کی پھر فرمایا کہ یہ مشکیزہ انھیں لوٹا دو چنانچہ جب لوگوں نے وہ مشکیزہ لوٹایا تو وہ گھی سے پوری طرح بھرا ہوا تھا، وہ صحابیہ سمجھیں کہ غالباً آپ نے قبول نہیں فرمایا ہے اور پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت میں نے تو آپ کے نوش فرمانے کے لیے خود یہ گھی نکالا تھا آپ اِس گھی کو دیکھ کر یہ سمجھ گئے کہ آپ کی دعائے برکت قبول ہوگئی ہے اور فرمایا کہ اِس مشکیزہ کو واپس لے جاؤ اور اِس گھی کو برابر استعمال کرتی رہو چنانچہ وہ صحابیہ مسلسل دورِ نبوت، دورِ صدیقی، دورِ فاروقی اور دورِ عثمانی میں اسی مشکیزہ سے گھی لے کر استعمال کرتی رہیں۔ اس میں گھی ختم نہیں ہوا۔ (الخصائص الکبریٰ ۲/ ۸۹، ۹۰)

☆ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہؓ نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کی، کھانا تھوڑا تھا مگر آنحضرت ﷺ اپنے ساتھ دسیوں صحابہؓ کو لے کر تشریف لائے اور برکت کی دُعا دے کر فرمایا کہ دس دس آدمیوں کو حلقہ بنا کر کھلاؤ۔ چنانچہ سب نے پیٹ بھر کر کھالیا، اور کھانا اتنا بچ بھی گیا کہ قریب کے پڑوسی بھی اس برکت سے فیض یاب ہوئے۔(بخاری شریف ۱/۵۰۵، دلائل نبوۃ)

(۱۰) عصا اور کوڑے کا رات میں روشن ہونا :

ایسے واقعات بھی پیش آئے کہ بعض صحابہ دیر رات تک آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔ ان کا گھر دور تھا اور رات اندھیری تھی تو واپسی کے وقت پیغمبر علیہ السلام کی برکت سے ان کے ہاتھ میں جو عصا تھا وہ ٹارچ کی طرح روشن ہو گیا تا آنکہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔ ایک روایت میں ہے :

عن انسؓ قال : کان عباد بن بشر و أسید بن حضیر عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی حاجة حتی ذھب من اللیل ساعة وھی لیلة شدیدة الظلمة ، ثم خرجا وبید کل واحد منھما عصا فاضائت لھما عصا احدھمافمشیا فی ضوئھما، حتی اذا افترقت بھما الطریق أضا ء ت للآخر عصاہ فمشی کل واحد منھما فی ضوء عصاہ حتی بلغ أھلہ. (الخصائص الکبرٰی ۲/۱۳۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عباد بن بشر اور اسید بن حضیر اپنی کسی ضرورت سے پیغمبر علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھے یہاں آکر رات کا ایک حصہ گزر گیا اور وہ نہایت اندھیری رات تھی۔ پھر وہ دونوں باہر نکلے اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ پس ان میں سے ایک کی چھڑی روشن ہوگئی جس کی روشنی میں وہ دونوں چلنے لگے یہاں تک کہ جب ان دونوں کے راستے الگ الگ ہوئے تو دوسرے کی بھی چھڑی روشن ہوگئی اور وہ دونوں اپنی اپنی چھڑی کی روشنی میں چل کر اپنے گھر پہنچ گئے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے :

عن ابی سعید الخدریؓ قال لیلة مطیرة فلما خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لصلاة العشاء برقت برقة فرأی قتادة بن نعمانؓ فقال یا قتادة اذا صلیت فاثبت حتی أمرک فلما انصرف اعطاہ العرجون فقال خذ ھذا یضیٔ لک أمامک عشرا وخلفک عشراً .(الخصائص الکبریٰ ۲/۱۳۵)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات بارش ہو رہی تھی جب پیغمبر علیہ السلام نمازِ عشاء کیلیے باہر تشریف لائے تو ایک بجلی چمکی جس کی روشنی میں آپ نے حضرت قتادہ بن نعمانؓ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا قتادہ! جب نماز پڑھ چکو تو رُکے رہنا یہاں تک کہ میں تمہیں اجازت دوں چنانچہ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے انہیں ایک ٹہنی دے کر فرمایا کہ لو یہ ٹہنی تمہارے آگے اور پیچھے دس دس گز روشنی دے گی۔

یہ تو اختصار کے ساتھ چند نشانیاں اشارۃً ذکر کی گئی ہیں ورنہ ان کے علاوہ بھی دلائل نبوت بے شمار ہیں : مثال کے طور پر ☆ فرشتے کے ذریعہ آپ کا سینۂ اقدس چاک کر کے قلبِ اطہر کو دھونا اور پھر بدن جوں کا توں صحیح ہو جانا ☆ قبلِ نبوت سفرِ شام کے دوران بادل کا سایہ کرنا ☆ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اپنی اصلی شکل وصورت میں دیکھنا کہ ان کے چھ سو بازو ہیں جن سے پورا اُفق بھرا ہوا ہے ☆ واقعہ اسراء و معراج جو بذاتِ خود آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان انعام اور عنداللہ آپ کے کمالِ تقرب کی زبردست دلیل ہے ☆ اُونٹ کا آپ کے سامنے سجدہ کرنا ☆ ایک لال پرندہ کا آپ ﷺ سے اپنے بچوں کے پکڑ لیے جانے کی شکایت کرنا ☆ ایک ہرنی کا اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے آپ سے اجازت لینا اور آپ کا اجازت دے دینا اور اُس کا کلمہ پڑھنا ☆ ایک دیہاتی کی ''گوہ'' کا آپ کی رسالت کی شہادت دینا ☆ پکے ہوئے کھانے کا آپ کی رسالت کی گواہی دینا ☆ آپ کی خوشبو کا راستہ میں پھیل جانا ☆ آپ کی دعاؤں کا مستجاب ہونا ☆ آپ کی پیشین گوئیوں کا سو فیصد برحق ہونا ☆ آپ کا پیچھے سے بھی اُسی طرح دیکھ سکنا جیسے عام لوگ آگے سے دیکھتے ہیں ☆ آپ کی برکت سے مریضوں کا شفایاب ہو جانا وغیرہ ایسے دلائل ہیں جن کو جمع کرنے کے لیے حضرات علماء کرام نے بڑی بڑی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں امام بیہقیؒ کی ''دلائل النبوۃ'' (۷ جلد) اور علامہ سیوطیؒ کی ''الخصائص الکبریٰ'' (۲ جلد) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ مختصر مضمون ان سب کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

☆☆☆ (بشکریہ ندائے شاہی نعت النبی نمبر) ☆☆☆

سلسلہ نمبر۶ قسط : ۶

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہوسکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہوجائیں۔ (ادارہ)

مہتمم اول دارالعلوم دیوبند

جناب حضرت مولانا حاجی سیّد محمد عابد صاحب

قدس اللہ سرہٗ ورفع درجاتہٗ

﴿ نظرثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

تاریخ دارالعلوم میں تحریر ہے :

حاجی سیّد محمد عابدؒ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مہتمم تھے بڑے متقی پرہیزگار اور صاحب اثر بزرگ تھے۔ دارالعلوم کے لیے عوامی چندہ کی فراہمی کے طریقے کے آپ ہی موجد تھے۔

اور حضرت معدنِ لُطف و کرم ۔۔۔ متقی و حاجی بیت الحرم
ہے محمد اور عابد جن کا نام ۔۔۔ حق نے اِن پر کی ہر اِک خوبی تمام
کی انہوں نے ہے ریاضت اِس قدر ۔۔۔ جس سے عاجز رہتے ہیں اکثر بشر
اِس قدر طاعات حق لائے بجا ۔۔۔ نفس اُن کا حکم میں اُن کے ہوا
ہیں بہت پاکیزہ خصلت نیک خو ۔۔۔ رات دن رہتے ہیں محوِ ذکر ہُو
یادِ حق میں قلب ہے اُن کا گرو ۔۔۔ مہتمم ہیں جامعِ مسجد کے وہ
مدرسے میں دل سے وہ عالی مقام ۔۔۔ رہتے ہیں دائم شریکِ انتظام

ان کی برکت سے یہ مسجد مدرسہ ہے ترقی روز افزوں پر سدا
ہمتِ باطن کا ہے ان کے اثر جس سے دیُبَن میں ہوئی یہ کرّ وفر
اجر اُن کو اُن کی نیت کا ملے حق انہیں اِس کی جزاء خیر دے
یہ ترقی دین کی اِن سے ہوئی
ایسی ہمت کر سکے گا کیا کوئی

(تاریخ دارالعلوم ص ۴۳۶ ج ۲)

تاریخ دیو بند میں حضرت نانوتوی قدس سرہ کے شاگرد خاص حضرت ملا محمود کے بارے میں خاندانِ عثمانی کے حالات کے ذیل میں تحریر ہے کیونکہ وہ بھی عثمانی تھے اور دیو بند کے رہنے والے تھے۔

ملا محمود : (وفات ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء)

علوم حدیث وفقہ کے فاضل استاد تھے، میرٹھ کے مطبع ہاشمی میں ملازم تھے چھتہ کی مسجد میں جب اولاً دارالعلوم قائم ہوا تو اُس کی مدرسی کے لیے حضرت نانوتویؒ کی نظر انتخاب جس پر پڑی وہ یہی ملا محمود تھے۔ یہ دارالعلوم کے سب سے پہلے مدرس ہیں حضرت شیخ الہندؒ نے چھتہ کی مسجد میں انار کے درخت کے نیچے انہی سے سب سے پہلا سبق پڑھا تھا۔ حضرت تھانویؒ کے مندرجہ ذیل اشعار سے اِن کے علم وفضل کا اندازہ ہوتا ہے۔

در حدیث و فقہ و تفسیر و اصول شہرتے کامل بدارد در فحول
زیلعی و لوذعی دریائے علم منبع خلق و تواضع کانِ علم
برزبانش ہست مضمونِ کتاب ہست تقریرش چوبارندہ سحاب

(از مثنوی زیر وبم۔ تاریخ دیو بند ص ۷۶)

استاذ کا اسم گرامی ''محمد محمود'' تھا اور شاگرد کا ''محمود'' (تاریخ دیو بند ص ۳۱۹)

قیام دارالعلوم کا ذکر بزبان مولانا ذوالفقار علیؒ :

حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کے والد ماجد تھے۔ آپ کے متعلق تاریخ دارالعلوم میں تحریر ہے کہ :

''وہ دارالعلوم کے اولین بانیوں میں سے تھے''۔ (ص ۱۲۴ ج ۱)

اور تاریخ دیو بند میں تحریر ہے :

''دارالعلوم دیوبند کے اولین بانیوں میں سے تھے، چالیس سال تک دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے رُکن رہے۔ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں بعمر ۸۵ سال انتقال ہوا'' (تاریخ دیوبند ص ۷۹)

''آپ نے دہلی کالج میں حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ (وفات ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۱ء) سے پڑھا فراغت کے بعد بریلی کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ چند سال بعد محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر ہوگئے۔ عربی زبان وادب پر بڑی دسترس تھی دیوانی حماسہ کی شرح تسہیل الدراستہ دیوان متنبی کی شرح تسہیل البیان، سبعہ معلقہ کی شرح التعلیقات علی السبع المعلقات، قصیدۂ بانت سعاد کی شرح ارشاد اور قصیدہ بردہ کی شرح عطر الوردہ اُردو میں تحریر فرمائیں۔ مولانا نے ان شروح میں عربی کے غریب اور مشکل الفاظ اور محاورات کا ایسا سلیس و بامحاورہ ترجمہ اور ایسی دل نشین تشریح کی ہے جس کی بدولت عربی ادب کی یہ سنگلاخ کتابیں طلبہ کے لیے نہایت سہل اور آسان ہوگئی ہیں۔ معانی و بیان میں تذکرۃ البلاغت اور ریاضی میں تسہیل الحساب ان کی یادگاریں ہیں''۔ (تاریخ دارالعلوم ص ۱۲۳ ج ۱)

تاریخ دارالعلوم میں ایک دوسری جگہ تحریر ہے :

''حضرت مولانا ذوالفقار علیؒ (والد ماجد حضرت شیخ الہندؒ) اُن اکابر میں سے تھے جو دارالعلوم کی بناء و تاسیس میں شروع ہی سے شریک رہے تھے۔ دارالعلوم کے قیام کے بعد تمام عمر مجلس شوریٰ کے رُکن رہے۔ دارالعلوم کا خزانہ انہیں کی تحویل میں رہتا تھا۔ نہایت امانت و دیانت کے ساتھ انہوں نے اس خدمت کو انجام دیا۔ علم و فضل، تدین، وجاہت دنیوی اور خوش خلقی میں یگانۂ روزگار تھے۔'' (تاریخ دارالعلوم ج ۱ ص ۲۱۰)

تاریخ دارالعلوم میں تحریر ہے :

''۱۳۰۷ھ میں عربی زبان میں ایک مختصر رسالہ '' الھدیۃ السَّنِیۃ فی ذکر المدرسۃ الاسلامیۃ الدیوبندیۃ'' کے نام سے لکھا ہے جس میں بزرگان دارالعلوم کے اوصاف و کمالات اور سرزمین دیوبند کی خصوصیات پر بڑے لطیف اور ادیبانہ انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے''۔ (ص ۱۲۴ ج ۱)

آپ نے اس رسالہ کا آغاز اس طرح کیا ہے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومثنیا و مسلما ومصلیا لما اراداللّٰہ تعالٰی شانہ و عزسلطانہ خیر ھذہ البلاد وارشاد العباد باحیاء العلوم الدینیہ والفنون الیقینیہ اذعانا وتصدیقا

وایقانا وتحقیقا الهم السیّد النسیب الجلیل والشریف الحسیب النبیل صاحب القوۃ القدسیة والابّهة الوهبیة الرضی التدبیر الرحیم علی الصغیر و الموقر للکبیر الفقید المثیل والعدیم النظیر وسامة وجمالا وفخامة وجلالا وصورة وسیرة وسرًّا وسریرة ورأیا وریّا وطباعاً ذکیا المسمی المخبر البهی المنظر الخیّر الشیّز (ومن لم یومن به فقد صدّق ا لخَبر الخُبر) الحیی التقی السخی النقی فخرالامثال الاماجد السیّد الاجل محمد عابد ادامه اللّٰه وابقاه والی منتهی الأمال رقّاہ ما درّسحاب وقرء کتاب بتاسیس هذه المدرسة التی اُسست علی التقوٰی والطریقة المثلی وان لم یساعده الزمان والمکان ولم یوافقه الحین والاوان.ذالک تقدیر العزیز العلیم والحکیم الحلیم فانه اذا اراد شیئا هیأ اسبابه وقدر له اربابه انما امره اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون فسبحان الذی بیده ملکوت کل شئی والیه ترجعون فندب السید اهل الخیرالی اعانة هذا المثوبة وتایید هذه المشورة سنة اثنین وثما نین بعد الالف والمأ تین من هجرة سیّدالثقلین صلے اللّٰه علیه وعلیٰ آلهٖ وسلم وعظم وکرم فاستمعوا له وانتد بوه واجابوه واتبعوه فصارالمدرسة بسعیه المشکور ملجأ للعلم وذویه ومرجعا للفضل ومنتسبیه ومؤملا لّلدین ومنتحلیه ولا غرو فان الولد سرلابیه ذالک فضل اللّٰه یؤتیه من یشاء واللّٰه ذوالفضل العظیم.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

حمدوثنا صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہوئے لکھ رہا ہوں جب باری تعالیٰ شانہٗ وعز سلطانہٗ نے ان شہروں کی خیر اور علوم دینیہ اور فنونِ یقینیہ کے اس طرح احیاء کا ارادہ فرمایا کہ یہ احیاء ایمان تصدیق یقین اور تحقیق کے طرز پر ہو تو اُس نے ایک سید جلیل النسب (صاحب شرف وحسب وشرافت صاحب قوتِ قدسیہ وہبی برتری والے ایسے (صاحب) کہ جن کی تدبیر پر سب راضی ہوں۔وہ جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت کرنے والے جو اپنے نقش وجمال اور بڑائی اور جلال صورت وسیرت ظاہر و باطن رائے اور سیرابی ذکاوتِ طبعی میں فقید المثیل اور عدیم النظیر ہیں۔ضمیر کے بلند منظر میں پُر رونق،مشورہ دینے میں بہترین (اور جسے یقین نہ ہو تو آزمائش یقیناً خبر کو سچا کردکھاتی ہے)

شرمیلے اور متقی، پاکیزہ اور سخی، جو بڑے بڑے قابل مثال حضرات کے لیے (باعث) فخر ہیں۔ سیّد اجل محمد عابد ادام اللہ وابقاہ اور خدا اُن کو آرزوؤں کی غایت تک ترقی بخشتا ہی رہے، جب تک بادل برسے اور کتاب (کتاب اللہ) پڑھی جاتی رہے) ۱؎ پر الہام فرمایا کہ اس مدرسہ کی بنیاد رکھیں۔

یہ مدرسہ جس کی بنیاد تقوے پر اور بہترین طریقہ پر رکھی گئی ہے اگر چہ (بظاہر) زمانہ اور جگہ نے مدد نہیں کی، نہ ہی وقت نے ساتھ دیا نہ دَور نے (لیکن) یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بڑے غلبہ اور علم والا ہے حکمت اور حلم والا ہے مقدرات ہوا کرتے ہیں (جو ہو کر ہی رہتے ہیں) کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کا ارادہ فرمالیں تو اُس کے اسباب مہیا فرمادیتے ہیں اور اہل کار بھی مقدر (ومعین) کردیتے ہیں۔ انما امرہ اذا ارادشیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ (اس کا معاملہ تو ایسے ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتے تو بامر کن وہ وجود میں آجاتا ہے) پس پاک ہے وہ ذات کہ جس کے قبضہ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ پس سیّد صاحب نے اس کارِثواب میں اعانت کے لیے اور اس مشورہ اور رائے میں مدد کے لیے اہلِ خیر کو بلایا۔ (اور یہ) سال ایک ہزار دوسو بیاسی ہجری سیّد ثقلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وعظم وکرم (میں ہوا) لوگوں نے انکی بات غور سے سُنی ان کی اطاعت کی انہیں لبیک کہا۔ ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ اُن کی سعی مشکور سے (یہ) مدرسہ علم اور اہلِ علم کا ملجأ (ٹھکانہ بن گیا) فضیلت اور اہل فضل کا مرجع دین اور اہل دین کا ملاذ بن گیا۔ اس میں کوئی عجب بات نہیں ہے ۲؎ کیونکہ بیٹا اندر سے اپنے باپ ہی پر ہوتا ہے یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہے دیدے، وہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ (الھدیۃ السنیہ ص ۲)

پھر بہترین کلمات میں کافی طویل عبارت میں حضرت اقدس مولانا نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ کا ذکر خیر فرمایا ہے کہ :

ثم قیض اللّٰہ سبحانہ لترصیص الامر المعلوم واحیا ء العلوم الشیخ الاکبر الازھر الاطھر الرضی الاوضی الا لمعی الاریحی .الخ

لیکن حضرت مولانا ذوالفقار علیؒ نے پہلے حضرت حاجی صاحب کا اور پھر حضرت نانوتوی کا ذکر فرمایا ہے رحمۃ اللہ علیہم۔

۱؎ الہام کی تفصیل تذکرۃ العابدین کے حوالہ سے پہلے گزر چکی ہے۔

۲؎ حضرت کی تحریر الولدسر لا بیہ میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ آپ کے خاندان نے خانقاہ سیّد ابراہیمؒ میں عرصہ تک علمی خدمات انجام دیں تھیں اور ہوسکتا ہے کہ اشارہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو۔ واللہ اعلم

ذکر بناء جامع مسجد دیو بند :

تعلیمی سلسلہ مسجد چھتہ میں چل رہا تھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ پر دیو بند میں تعمیر جامع مسجد کا اشارہ القاء ہوا جس کا واقعہ یہ ہے :

چنانچہ سبب بناء جامع مسجد کے متعلق تاریخ دیو بند میں تحریر ہے :

''حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ نے خواب میں دیکھا کہ اس مقام پر جہاں اب جامع مسجد واقع ہے آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے ایک تشت رکھا ہوا ہے جو دودھ سے بھرا ہوا ہے۔ داہنی جانب ایک شخص ہے جو روپیہ لا لا کر آنحضرت ﷺ کے سامنے انبار لگا رہا ہے۔ آپ ﷺ نے حاجی صاحبؒ سے ارشاد فرمایا کہ ''یہاں مسجد بنانا شروع کر دو''۔ (تاریخ دیو بند ص ۲۹۸)

صاحبِ تذکرۃ العابدین لکھتے ہیں :

''اسی زمانہ (۱۲۸۲ھ) میں یہ مشورہ قرار پایا کہ دیو بند میں جامع مسجد نہیں ہے جامع مسجد بنائی جاوے چنانچہ آپ نے متفق الرائے ہو کر بازار کے نزدیک ایک اُونچی جگہ پسند کی اور اس جگہ کھڑے ہو کر دعاء بھی مانگی کہ خداوند یہاں جامع مسجد بن جاوے مگر اِس جگہ لوگوں کے مکان تھے ہر چند تدبیریں کیں کہ یہ جگہ مل جاوے مگر کوئی تدبیر پیش نہ آئی کیونکہ جب اُن مکان والوں سے کہتے تھے کہ یہ جگہ دیدو تو وہ یہی کہتے کہ اپنے مکان ہم کو دیدو۔ اور یہ جگہ لے لو یہ سن کر خاموش ہو جاتے تھے آخر الامر ایک روز حاجی صاحب نے بھی اُن سے کہا۔ انھوں نے وہی جواب دیا اُس وقت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنا مکان اور نشست گاہ تم کو دی تم جگہ مسجد کو دیدو انہوں نے فوراً دیدی۔ حاجی صاحب نے اپنا مکان و بیٹھک اُن کو دے کر ارادہ حج بیت اللہ شریف ۱۲۸۴ء کیا اور جو کچھ جائیداد جدی تھی اُس کو عزیزوں قریبوں میں تقسیم کر دیا اور مولوی رفیع الدین صاحب کو مہتمم مدرسہ مقرر کر دیا اور آپ برائے حج بیت اللہ روانہ ہوئے۔ اُس وقت شہر والوں کو اس قدر رنج تھا کہ تحریر نہیں ہو سکتا، شہر کے آدمی بہت دور دور تک ہمراہ رکاب گئے اور بعض کئی کئی منزل تک گئے اِس مرتبہ آپ کا ایسا چلنا ہوا کہ وقت روانگی سے پہلے کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ جب آپ دیو بند سے چلے تو آپ کے پاس کچھ نہ تھا فقط توکلاً علی اللہ روانہ ہوئے۔ اور کئی آدمی آپ کے ہمراہ گئے تھے مگر خدا نے وہ سفر اس طرح پورا کیا کہ کسی کو معلوم نہ

ہوا کہ کہاں سے آتا ہے۔ سبحان اللہ رفتہ رفتہ آپ مکہ معظمہ پہنچے اور حج کیا بعدہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے وہاں قریب ایک سال کے رہے'' (تذکرۃ العارفین ص ۷۳)

آپ کے اس سفرِ حج کے متعلق تاریخ دارالعلوم میں تحریر ہے :

''دوسرا واقعہ جسے رُوداد میں ''امرِ عظیم اور حادثۂ فخیم'' سے تعبیر کیا گیا ہے یہ تھا کہ دفعۃً حاجی محمد عابد صاحب نے سفرِ حج کا ارادہ فرمایا۔ رُوداد میں مذکور ہے کہ ''یہ ایسا زلزلہ تھا کہ اگر بنیاد مدرسہ بیخ برکندہ ہو جاتی تو عجب نہ تھا کیونکہ باشندگانِ دیو بند میں بظاہر کوئی ایسا نظر نہ آتا تھا کہ اس کام کا متکفل ہوتا لیکن

خدا خود میر سامان است اربابِ توکل را

بعض ارکان کو جنہیں لیاقت کامل اور اخلاص نیت حاصل ہے یہ القا ہوا کہ اس کام کے واسطے مولوی رفیع الدین نہایت مناسب ہیں چنانچہ ابتداء شعبان ۱۲۸۴ھ سے یہ کام اُن کے سپرد ہوا اور انتظام مدرسہ کی طرف سے بالکل اطمینان ہو گیا'' (تاریخ دارالعلوم دیو بند ص ۱۶۲ ج ۱)

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ آپ سفرِ حج کے بعد مدینہ شریف میں قیام پذیر رہے صاحب تذکرۃ العابدین لکھتے ہیں :

''اسی دوران ایک روز آپ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ حاجی امداد اللہ سے سلسلہ ملاؤ اور ہندوستان جاؤ جب آپ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو چلے تو راستہ میں آپ کی اہلیہ محترمہ [۳] کی وفات ہو گئی ان کو وہیں دفن کر کے مکہ معظمہ پہنچے، حاجی امداد اللہ صاحب سے ملے اور ان سے استفادہ اُٹھایا چند روز مکہ شریف میں رہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب نے بھی اپنے یہاں کی خلافت عطا فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا ہندوستان کو جانا مناسب ہے کیونکہ تم سے وہاں کے لوگوں کو بہت نفع ہوگا، ہندوستان خالی مت کرو اور جامع مسجد بھی بغیر مدد تمہاری نہیں بن سکتی اور یہ بھی فرمادیا کہ شادی ضرور کر لینا۔ چنانچہ حاجی صاحب بموجب ارشاد ہندوستان واپس آئے''۔ (تذکرۃ العابدین ص ۷۲ ج ۱)

سیّد الطائفہ سے آپ کا سلسلۂ بیعت و اجازت چاروں طریقوں میں ملفوظات انوری میں نقشہ کی شکل میں دیا گیا ہے جو عنقریب آئے گا۔ ملفوظات انوری حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حاجی سیّد محمد انورؒ کے حالات پر مشتمل کتاب ہے۔ ان کا تھوڑا سا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت حاجی سیّد محمد انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت

---

[۳] یہ بھی صاحب کشف و کرامت خاتون تھیں دیو بند میں معروف تھیں۔ حامد میاں

معروف بزرگ تھے آپ کا ایک واقعہ اشرف السوانح میں بھی تحریر ہے کہ حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان کی علالت کے دوران ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ لکھتے ہیں :

''حضرت حاجی انور صاحب دیوبندی خلیفۂ حضرت حاجی سیّد محمد عابد صاحبؒ دیوبندی بھی بڑے صاحبِ نسبت بزرگ تھے بلکہ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اپنے شیخ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ حج سے واپس آنے کے بعد اُن پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی جس سے لوگوں کو گمان ہوا کہ جنون ہوگیا ہے اپنی چیزیں لوگوں کو مفت دے ڈالتے، کھانے بکثرت پکوا کر تقسیم عام کراتے۔ اور ہر وقت ایک سکر کی سی کیفیت غالب رہتی۔ اُس زمانہ میں حضرت والا اتفاق سے دیوبند تشریف لائے تو عیادت کے لیے پہنچے، حاجی صاحب نے حضرت والا سے خلوت میں فرمایا کہ آپ سے ایک بات کہتا ہوں جو میں نے اب تک کسی سے ظاہر نہیں کی۔ لیکن اب آپ اس کو میری زندگی میں کسی پر ظاہر نہ کریں۔ وہ بات یہ ہے کہ میں نے حرم شریف میں بعض انبیاء علیہم السلام کی بیداری میں زیارت کی ہے جو میری حالت ہے یہ انہیں حضرات کی نظر کا اثر ہے اھ۔ حضرت والا سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تنہائی میں کوئی خاص بات فرمائی ہے حضرت والا نے سچی بات فرمادی کہ ہاں ایک خاص بات تو فرمائی ہے لیکن مجھے ممانعت فرمادی ہے کہ میری زندگی میں کسی پر ظاہر نہ کرنا اس لیے میں اس کو ظاہر نہیں کرسکتا۔ حضرت والا نے حسب وصیت حاجی صاحبؒ کی زندگی میں کسی پر وہ بات ظاہر نہ فرمائی البتہ بعد وفات اخفاء کا اہتمام نہیں فرمایا''۔

اس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ حاجی صاحب نے اپنے اس خاص رازِ باطنی کا اہل حضرت والا کو سمجھا اور کسی پر اس کا اظہار نہ فرمایا بلکہ حضرت والا کو بھی اس کے اظہار سے ممانعت فرمادی۔ (اشرف السوانح از ص ۱۴۹ تا ص ۱۵۱ باب دوازدہم مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دہلی)

حاجی محمد انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کے رشتہ دار بھی تھے اور ہم عمر بھی ان کا سالِ ولادت بھی ۱۲۵۰ھ ہے لیکن وفات ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ / ۱۹ رنومبر ۱۸۹۴ء شب دوشنبہ میں ہوئی۔ ملفوظاتِ انوری میں آپ کے کچھ حالات دیئے ہیں اس میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا ایک گرامی نامہ بھی دیا ہے جس میں حضرتؒ نے حاجی محمد انور صاحبؒ کی طبع پرسی بھی فرمائی ہے اور دارالعلوم کے لیے دعائیہ جملے بھی تحریر فرمائے ہیں۔ یہ گرامی نامہ مکہ معظمہ سے ۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ کا تحریر فرمودہ ہے۔ اس میں حاجی محمد انور صاحب اور قافلہ والوں کے

بخیریت پہنچنے پر اظہارِ اطمینان فرمایا گیا ہے مکتوب گرامی کے ابتدائی جملوں میں تحریر ہے۔''اللہ تعالیٰ آپ کو حسن خاتمہ اور ترقی دارین عطا فرمائے''۔ (ملفوظات انوری ص ۳۹۔۴۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱۳۱۵ھ)

اسی حج کے بعد یہ حالت ہوئی اور اسی غلبۂ کیفیات ہی میں وفات ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ ہندوستان بھر کے بڑے بڑے حضرات نے عربی اردو اور فارسی نظم میں تعزیت کی ہے۔ اور تاریخہائے وصال نکالی ہیں۔ جن میں امیر مینائی لکھنوی جیسے شعراء اور والیانِ ریاست ظفر شاہؒ، تاجدار دہلی کے بیٹے زبہند بخت بھی ہیں اور حضرت مولانا ظہیر احسن شوق نیموی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبہ محدث بھی، حضرت مولانا فضل الرحمٰن ممبر دارالعلوم دیوبند، مولانا اصغر علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور، مولانا محمد عبدالعلیم صاحب مبارکپوری وغیرہ ہم بھی۔ ان حضرات کے کل ناموں کی فہرست بھی طویل ہے بالترتیب نام یا مقام شاعر بغرض اختصار درج کرتا ہوں :

مولانا مفتی منشی امیر مینائی لکھنوئیؒ۔ اُستاد نواب رام پور منشی محمد افضل علی خاں بہادر۔ افضل شوکت جنگ۔ لکھنؤ احسان شاہجہانپوری۔ احسان رامپوری تلمیذ داغ دہلوی۔ منشی امداد حسین صاحب افگر شملہ۔ منشی الٰہی بخش اعجاز لکھنوی۔ منشی برج بلب سری آدر، رئیس قصبہ سہنہ ضلع گوڑگانوہ۔ مولوی احمد حسن خاں صاحب بہادر احمد رئیس جھجرایس۔ پی ریاست بستہ ملک متوسط نواب شمشیر بہادر افگر رئیس اعظم اجے گڑھ۔ مولوی مسعود حسین خاں صاحب احسن صاحب ہوشنگ آباد۔ منشی سید محمد نظیر آذاد رئیس سیتا پور آودو۔ رضا سیتا پوری۔ امرتسر۔ بمبئی۔ آگرہ۔ ملیح آباد۔ دربھنگہ۔ غازی پور۔ بسمل ساکن دیوی ضلع بارہ بنکی مقیم بدایوں از بدایوں۔ لاجلپور ملک متوسط تائب شاہجہاں پوری بارہ بنکی لوہارو فرخ آباد سرسہ۔ سعد آباد کوہاٹ۔ بھروچ۔ کلکتہ ریاست محمود آباد دہلی۔ قنوج۔ مراد آباد۔ مولانا مولوی اصغر علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور پٹیالہ۔ سیموگہ میسور عالی جناب صاحب عالم شہزادہ مرزا زبہندہ بخت بہادر تیموری گورگانی ابن سلطان حضرت ابوالمظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ نور اللہ مرقدہ۔

اس نظم کا چوتھا اور آخری شعر یہ ہے ؎

ہاتف غیبی بمن زبہندہ گفت جائے فردوس بریں انور شدہ

۱۲ ھ ۱۳

راجہ محمد امیر حسن صاحب خاں بہادر۔ والی ریاست محمود آباد ضلع بارہ بنکی کوہ آبو۔ امرتسر مولانا علی سجاد صاحب سیکرٹری صاحب مدرسہ عالیہ اسلامیہ لکھنؤ۔ مچھلی شہر۔ مولوی عبدالاحد صاحب شمشاد لکھنوی منیجر چشمۂ رحمت غازی پور۔ حضرت مولانا المولوی محمد ظہیر احسن شوق نیموی عظیم آبادی رحمہ اللہ۔ (پٹنہ) ریاست گوالیار سے مولوی میرزا محمد منیر صاحب شوق۔ عربی نظم ہے اور فارسی کی کئی رباعیاں۔ مولانا عبدالجلیل۔ مظفر پور۔ اجمیر۔ جونپور۔ سندیلہ۔ بہاولپور۔

امروہہ میرٹھ لاہور فرخ آباد۔ خدا بخش طالب از ملتان۔ ظہیرالدین حسین ٹونک دیوبند ریاست رامپور متھا ضلع سیتاپور سے منشی عابد حسین صاحب سہسوانی۔ نظمیں اور رباعیاں جن میں بارہ مصرعوں سے بارہ تاریخ وفات نکالا ہے۔ عزیز صاحب مارہروی بہت عجیب طرح تاریخ وصال کا نقشہ بھی دیا ہے۔ علوی صاحب از بیادر ضلع اجمیر۔ کوتانہ۔ تھانہ بھون حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ممبر دارالعلوم دیوبند۔ سولہ اشعار ہیں آخری شعر یہ ہے

بسکہ بابرکات بودہ در جہاں بے ثبات گشت سال انتقالش آہ بابرکات رفت

فضا رئیس بسواں سلپور ملک متوسط۔ گیا صاحب گنج۔ کلیم صاحب بھوپال۔ کوکب رئیس مظفر پور۔ منشی مولوی سیّد کاظم علی واسطی بریلی کالج۔ کریم صاحب ہاتھ سس ضلع علی گڑھ۔ مضطر صاحب وکیل خاص ہزہائی نس۔ نواب ٹونک از کوہ آبو۔ ممتاز صاحب جوناگڑھ منعم صاحب شملہ۔

مہاراجہ سری جیت پرتاب بہادر والی ریاست تمکوہی۔ نازاں صاحب چھاتیرا اسٹیٹ۔ جناب منشی محمد حبیب حسن صاحب وحشی دیوبندی۔ وجاہت صاحب جھنجھانہ۔ واصف صاحب اکبرآباد۔ ہنر صاحب غازی پور۔ مولانا محمد عبدالجبار صاحب پروفیسر عربک اسکول انجمن اسلامیہ جبلپور عربی کے پانچ شعر۔ مولانا محمد عبدالعلیم صاحب مبارکپوری مدرس مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور عربی اشعار۔ آخر میں مدوّر شکل میں **قال اللّٰہ القوی وقولہ الحق واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی المأوی** سے عجیب طرح تاریخہائے وفات نکالی ہیں۔

یہ سب نظمیں ملفوظات انوری میں ص ۶۷ سے ص ۱۲۱ تک ہیں افسوس یہ ہے کہ ان کے قریب رہنے والے ذی استعداد نہ تھے اس لیے ان کے منصب کے مطابق ملفوظات میں بہت ہی قلیل چیزیں ہیں۔ یہ تو حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کے شجرہ کے ذیل میں حضرت حاجی محمد انور صاحبؒ کا ذکر خیر ہوا۔ اب حاجی صاحب اور اکابر دیوبند کی نسبت چشتیہ کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ (جاری ہے)

☆☆☆

﴿تین چیزیں﴾

تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں

اول : سلام کرنا دوم : دوسروں کے لیے مجلس میں جگہ خالی کرنا

سوم : مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا (حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ)

مسعودیوں کے علماءِ دیوبند پر اعتراضات

﴿ جناب حافظ مجیب الرحمٰن صاحب اکبری ﴾

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کے ایک معتقد منور سلطان نے جو کراچی کے رہنے والے ہیں ایک کتاب لکھی "اسلام یا مسلک پرستی"۔ یوں تو اس کتاب میں تمام مسالک والوں پر کیچڑ اُچھالنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے پیشِ نظر بالخصوص علماءِ دیوبند ہیں۔ اس کتاب میں علماءِ دیوبند کے عقائد پر کافی اشکالات پیش کیے ہیں ذیل میں انہی اشکالات کے جوابات کے لیے کچھ معروضات پیش کی جاتی ہیں :

(۱) عرش و کعبہ و کرسی کی توہین :

منور صاحب لکھتے ہیں :

"دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ حصۂ زمین جو جناب رسول اللہ ﷺ کے اعضاءِ مبارکہ کو مَس کیے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ یہ عقیدہ اُن کی کتاب "المهند على المفند" سے لیا گیا ہے"۔ (اسلام یا مسلک پرستی ص ۱۴)

اس کے بعد قرآن مجید کی وہ آیات تحریر کی ہیں جنہیں عرش و کعبہ و کرسی کا کسی بھی انداز سے تذکرہ کیا گیا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا، عرش عظیم، عرشِ کریم، رب العرش، آیۃ الکرسی، کعبہ مکرمہ کے لیے مبارک ہدایت، بیت حرام کے الفاظ آئے ہیں اور کہا ہے کہ اس عقیدے میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کی تنقیص کی گئی ہے وغیرہ

الجواب : اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کی تنقیص کا شائبہ تک نہیں ہے اس لیے کہ اِس عقیدے میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی ذات کا تقابل نہیں ہے کہ کہا گیا ہو کہ نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے افضل ہیں بلکہ وہ تو سب کا عقیدہ ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضور ﷺ کی بزرگی اور عظمت اللہ تعالیٰ کی بزرگی کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ بلکہ اس عقیدے میں تو عرش و کعبہ و کرسی اور روضۂ رسول اللہ ﷺ کا تقابل ہے جو مخلوق ہیں نہ کعبہ و عرش و کرسی اللہ تعالیٰ ہیں اور نہ روضۂ اقدس کی زمین رسول اللہ ہے تو اب اگر عرش و کعبہ و کرسی اور نبی علیہ السلام کا تقابل کیا جائے تو جس طرح اِن چیزوں کو اللہ تعالیٰ سے نسبت ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو بھی اللہ سے نسبت حاصل ہے۔ اگر عرش اللہ کا اور کعبہ اللہ کا اور کرسی اللہ کی ہے تو آپ ﷺ بھی اللہ کے رسول ہیں تو دونوں کو اللہ تعالیٰ سے نسبت حاصل ہے لہٰذا محض نسبت سے تو عرش و کعبہ و کرسی کی نبی علیہ السلام پر فضیلت ثابت نہ ہوں گی اور آپ ﷺ کو اِس کے علاوہ اور بھی بہت سی نسبتیں حاصل ہیں اس

لیے آپ ﷺ اِن سے افضل ہیں اور آپ ﷺ کی وجہ سے آپ کا روضۂ اطہر کا مخصوص حصہ بھی اِن سے افضل ہے کیونکہ عرش و کعبہ و کرسی اللہ تعالیٰ کے ٹھہرنے کی جگہیں نہیں ہیں۔ ٹھہرنا، بیٹھنا ذو جسم کی خصوصیت ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہیں اور روضۂ اطہر تو نبی علیہ السلام کے تشریف رکھنے کی جگہ ہے۔ عرش و کعبہ و کرسی پر اللہ تعالیٰ کی تجلی اور انوارات کی بارش ہوتی ہے لیکن نبی علیہ السلام کے سینہ مبارکہ پر بھی تو انوارات کی بارش ہوئی ہے اور آج روضۂ مبارکہ پر بھی انوارات اور رحمتوں کی بارش ہے ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی الآیۃ اور عرش و کعبہ و کرسی ان انوارات کو جذب نہیں کر سکتے جبکہ نبی علیہ السلام کے سینہ نے جذب کر لیا، باقی رہی صفات تو اگر عرش عظیم ہے تو نبی علیہ السلام بھی عظمت والے ہیں عرش کریم اور معزز ہے تو آپ ﷺ بھی کریم ہیں اور بیت اللہ مبارک ہے تو آپ ﷺ بھی بابرکت ذات ہیں کعبۃ اللہ ہدایت ہے تو آپ ﷺ بھی ہدایت اور ہادی ہیں کعبۃ اللہ حرمت و عزت والا ہے تو آپ ﷺ بھی حرمت و عزت والے ہیں تو جو فضیلت ان چیزوں کو حاصل ہے وہ بھی اور اس سے زائد فضیلت بھی آپ ﷺ کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ورفعنالک ذکرک ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ تو جس کا ذکر بلند ہے وہ خود صاحبِ ذکر بلند شان والا کیسے نہیں ہے، عرش و کعبہ و کرسی کا ذکر تو آپ ﷺ کے ذکر سے بلند نہیں تو اُن کی ذات آپ ﷺ سے کیسے بلند ہوئی؟ یہ درست ہے کہ کعبۃ اللہ کی طرف منہ کیے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن کعبۃ اللہ کو یہ شرف حضور ﷺ کی بدولت حاصل ہوا پہلے تو بیت المقدس کی طرف منہ کیا جاتا تھا قد نری تقلب وجھک فی السماء الآیۃ تو کوئی آیت یا حدیث شریف ایسی نہیں ہے جو علماء دیوبند کے اِس عقیدے کے خلاف ہو۔

اور پھر یہ عقیدہ علماء دیوبند ہی کا نہیں ہے صحابہ کرامؓ سے چلا آرہا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے :

"انہ لیس فی الارض بقعۃ اکرم علی اللّٰہ من بقعۃ قبض فیھا نفس نبیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" (خلاصۃ الوفاء ص ۱۰)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین میں کوئی حصہ اِس خطے سے زیادہ معزز نہیں ہے جس میں اپنے نبی ﷺ کی رُوح قبض فرمائی"۔

امام نووی شافعیؒ فرماتے ہیں :

اجمعوا علی ان موضع قبرہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم افضل بقاع الارض" (شرح مسلم ص ۴۴۶ ج ۱)

"سب علماء کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ کی قبر کی جگہ زمین کے سب خطوں سے افضل ہے"۔

امام قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں :

"ولاخلاف ان موضع قبره افضل بقاع الارض " (الشفاء ص۱۶۴)

"اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی قبر کی زمین، زمین کے سب حصوں سے افضل ہے"

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفیؒ فرماتے ہیں :

"جوجگہ رسول اللہ ﷺ کے اعضاء مبارکہ کو مَس کیے ہوئے ہے وہ زمین کے تمام مقامات سے بالاجماع افضل ہے آپ کی مقدس آرام گاہ کعبۃ اللہ سے بھی اور مسجد حرام سے بھی افضل ہے اور امام ابن عقیل حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مقام عرش الٰہی سے بھی افضل ہے" (ردالمحتار ص۲۷۸ ج ۲ و ص۲۷۹ طبع مصر)

علامہ محمود آلوسیؒ (جن کو منور صاحب بھی علامہ لکھتے ہیں (اسلام یا ص۲۳) فرماتے ہیں :

فانها افضل البقاع الارضية والسماوية حتى قيل وبه اقول انها افضل من العرش (روح المعانی ص۱۱۲ ج ۲۵)

"قبر اطہر ارضی اور سماوی سب خطوں سے افضل ہے یہاں تک کہ کہا گیا ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ قبر اطہر والی جگہ عرش سے بھی افضل ہے"۔

منور صاحب کہتے ہیں کہ کعبہ شعائر اللہ میں سے ہے جس کی توہین کفر اور تعظیم تقوٰی ہے بالکل وہ شعائر میں سے ہے لیکن آنجناب کے پاس اِس کے شعائر اللہ میں سے ہونے کی دلیل کیا ہے۔ قرآن مجید کی کوئی آیت یا حدیث نبوی پیش فرمائیں۔ اور واقعی اس کی توہین حرام ہے لیکن توہین کہتے ہیں اس کا جو مرتبہ ہو اس سے گھٹانا اگر منور صاحب قرآن مجید یا حدیث سے کعبۃ اللہ کا قبر اطہر سے افضل ہونا ثابت کردیں تو واقعی قبر اطہر کو افضل سمجھنا توہین ہوگا لیکن محض آیات لکھ لینے سے فضیلت تو ضرور ثابت ہوئی ہے افضلیت ثابت نہیں ہوتی اور فضیلت کے ہم قائل ہیں افضلیت کے قائل نہیں ہیں۔

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو عصر کی نماز کے بعد بمقام A-537 فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

مرسلہ : منظر عباس کشمیری
متعلم جامعہ مدنیہ لاہور

سرکارِ دو عالم ﷺ کا حلیہ مبارک

ہماری رُوحوں کے بادشاہ کا قد مبارک دیکھنے میں درمیانہ نہایت مناسب مگر یہ معجزہ تھا جب چند آدمیوں کے ساتھ چلتے تو سب سے اُونچے معلوم ہوتے تھے۔ سر مبارک کلاں و بزرگ۔ سرداری کا تاج۔ عقل و تدبر کا پیکر۔ بدن مبارک گھٹا ہوا۔ خوبصورت سجاوٹ کے ساتھ بھرا ہو۔ خوبصورتی گھپی ہوئی جتنا کوئی غور کرتا خوبصورتی زیادہ معلوم ہوتی۔ بدن مبارک پر بال بہت کم چمک زیادہ۔ سر مبارک کے بال سیاہ چمک دار کسی قدر گھنگھریالے۔ بالوں میں تیل یا مشک جیسی چیزوں کا بھی استعمال فرماتے تھے۔ کچھ عمر رسیدگی کچھ خوشبو وغیرہ کے استعمال سے بالوں میں کسی قدر ہموار پن سا آگیا تھا۔ ریش مبارک گھنی اور خوبصورتی کے ساتھ بھرپور ریش اور سر مبارک میں گنتی کے کچھ بال سفید بھی ہو گئے تھے۔ بعضوں نے تعداد بھی بتائی ہے کہ ریش مبارک اور سر میں ۲۰ بال سفید تھے۔ مقدس پیشانی کشادہ اور روشن گویا آفتاب کا کنارہ بلکہ حسن و جمال کا سجدہ گاہ۔ بھوئیں گنجان دراز اور باریک ان کی نازک خمیدگی قوسِ قزح کے لیے باعث صد رشک جن کے بیچ میں کشادگی یعنی اقبال اور برکتوں کی کھلی دلیل ان دونوں کے بیچ میں ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت اُبھر جاتی اور پھڑکتی تھی۔ مبارک آنکھیں بڑی بڑی تھیں موتی چور جن کے سرخ ڈورے جمال کے ساتھ جلال کی شان بھی دوبالا کرتے تھے۔ پتلی سیاہ بھرہ گویا نور کے آبگینے پر سیاہ مخمل کی بندکی یا موتی کی آبدار سطح پر رُخِ حور کا کالا تل۔ پلکیں گنجان اور سیاہ اور تلوار جیسے خم کے ساتھ دراز۔ رنگ سفید سرخی گھپی ہوئی جس میں رونق اور چمک حسن کو دوبالا کر دینے والی۔ مبارک رخسارے نرم سرخی مائل گویا چاند پر گلاب کی سرخی ہموار اور ہلکے نہ گوشت لٹکے ہوئے۔ مقدس ناک بلندی مائل مگر زیادہ اُونچی نہ تھی کہ بدنما معلوم ہوتی اس پر چمک اور نور کی عجیب بلندی تھی کہ پہلے پہل دیکھنے والا اُونچی سمجھتا مگر غور سے معلوم ہوتا کہ نور اور چمک کے باعث بلند معلوم ہوتی ہے۔ بانسا خوب صورتی کے ساتھ اُوپر اُٹھا ہوا۔ دہن مبارک مناسب طور پر کشادہ، پاکیزگی اور فصاحت کا دیباچہ۔ دندان مبارک باریک آبدار اور روشن چمکدار، سامنے کے دانت ایک دوسرے سے کسی قدر چھیدے۔ مسکراہٹ کے وقت ایسا معلوم ہوتا کہ اولوں کی لڑی سے نازک نقاب ہٹ گیا گفتگو کے وقت معلوم ہوتا کہ تاروں کی کرنیں دندان مبارک سے پھوٹ پھوٹ کر شوخیاں کر رہی ہیں۔

(اقتباس از تاریخ اسلام مؤلفہ حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

قسط : ۳، آخری

سیرۃ نبوی اور مستشرقین

﴿ شیخ التفسیر حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ ﴾

جہاد پر مستشرقین کا اعتراض :

مستشرقین چونکہ مسیحی استعماری قوتوں کے ہراول دستے ہیں جو مشنریوں کی طرح اسلامی ملکوں میں سامراجیت کے لیے راہ صاف کرتے ہیں۔ اس راہ کی بڑی رُکاوٹ اُن کے نزدیک مسلمانوں کا جذبۂ جہاد ہے۔ لہٰذا اُنہوں نے سارا زورِ قلم جہاد پر صرف کیا اور جہاد کو اسلام کی جبری اشاعت کا ذریعہ ٹھہرایا اور اس کو فساد اور وحشیانہ عمل قرار دیا حالانکہ یہ دونوں الزام مسلمانوں کی مذہبی مقدس کتاب قرآن حکیم کے خلاف ہیں کہ خود قرآن کا حکم ہے۔ لا اکراہ فی الدین دینِ اسلام کے لیے جبر و اکراہ منع ہے اور اس صریح اور واضح حکم کی موجودگی میں قرآن اور صاحبِ قرآن پر دینی جبر کا الزام قطعاً غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید استعماری مستشرقین کے علاوہ گذشتہ دور میں یہ الزام یہود و نصاریٰ و مشرکین میں سے کسی نے بھی قرآن اور صاحبِ قرآن پر نہیں لگایا۔ اگر کسی مسلمان بادشاہ کا شاذ و نادر کوئی واقعہ ایسا گزرا ہو تو وہ قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ اور اس کے خلاف کوئی عمل سند نہیں۔

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے اس آیت کا سببِ نزول یہ نقل کیا ہے کہ حصین نامی انصاری کے دو بیٹے نصرانی تھے اور باپ خود مسلمان تھا، باپ نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ میں بیٹوں کو اسلام پر مجبور کر سکتا ہوں جس پر یہ آیت اُتری جس میں اسلام پر مجبور کرنے کی ممانعت کی گئی کیونکہ ایمان وہ معتبر ہے جو دل کے اختیار سے ہو اور اخلاص پر مبنی ہو جیسے لیبلوکم ایکم احسن عملاo وما امروا الا لیعبدوا اللّٰہ مخلصین لہ الدین پہلی آیت میں امتحان مقصود ہے کہ اللہ لوگوں پر یہ ظاہر کردے کہ دل اور بدن کے عمل میں اپنے اختیار سے کون اچھا ہے اور دوسری آیت میں ہے کہ عبادت وہ مطلوب ہے جس میں اخلاص ہو اور اخلاص دل سے قبول کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کافر اسلامی جہاد میں فوجی خدمات کے عوض معمول جزیہ ادا کرتے ہوئے اپنے دین پر رہ کر اسلامی مملکت کے تمام حقوقِ شہریت حاصل کر سکتا ہے جیسے حتّٰی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون یعنی اُس وقت جنگ ختم ہوگی جب جزیہ دے کر تابعداری مملکتِ اسلامی اختیار کریں۔ تفسیر مظہری (ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی) میں ہے کہ یہ آیت منعِ اکراہ اور قبول جزیہ اہلِ کتاب سے خاص نہیں، بلکہ مشرکین کو بھی شامل ہے۔ اگرچہ نزول کا سبب واقعہ اہل الکتاب ہے، فرماتے ہیں

تخصیص المورد لا یقتضی تخصیص النص وھو عام (ترجمہ) سبب نزول ومورد کے خاص ہونے سے اِس کی تخصیص نہیں ہوگی بلکہ نص عام ہے۔اسی طرح لا اکراہ کی آیت منسوخ بھی نہیں جیسے بعض کا خیال ہے کہ وقتلوا المشرکین کافۃ سے منسوخ ہے۔صاحب مظہری کہتے ہیں نسخ کے لیے تعارض ضروری ہے اور یہاں تعارض نہیں، کیونکہ قتال، دین پر جبر کے لیے نہیں بلکہ رفع فساد کے لیے ہے۔

مقصدِ جہاد دین پر جبر نہیں رفع فساد ہے :

جہاد کا مقصد خود قرآن نے بیان کیا الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض و فساد کبیر (ترجمہ) تم جہاد نہ کروگے تو خدا کی زمین پر بڑے فتنے اور فساد برپا ہوں گے، یعنی جہاد کا مقصد فتنے اور فساد کو مٹانا ہے۔لہٰذا مستشرقین کا خود جہاد کو فساد کہنا کس قدر غلط ہے۔یہی وجہ ہے کہ کفار کے جن افراد سے فتنے اور فساد کا قوی اندیشہ نہ ہو، عین جہاد میں بھی اسلام نے اُن کے قتل سے منع فرمایا ہے۔مثلاً نابالغ بچے، عورتیں، مشائخ یعنی بوڑھے اور رہبان یعنی عبادت گزار درویش، اندھے، لنگڑے (مظہری ج ۱ ص ۳۳۶)۔یہ تحقیقی جواب ہے کہ مذہب اسلام خود دین میں جبر کے خلاف ہے اور جہاد فساد نہیں بلکہ فساد کش عمل ہے۔جیسے ایک مملکت کے باغی افراد بھی قتل وخونریزی کرتے ہیں اور قانونِ عدل کی خلاف ورزی کرتے ہیں لیکن قانون عدل کی محافظ فوج جو اِن باغیوں سے لڑتی ہے اُس کی شکل بھی قتل کی ہے لیکن باغی کا قتل فساد اور وحشیانہ عمل ہے اور قانون عدل کی محافظ فوج کا قتل ایک مقدس فعل ہے جو رفعِ فساد، اقامتِ عدل اور رفعِ ظلم کے لیے ہے۔

قرآن نے صاف صاف اعلان کیا کہ دین میں جبر نہیں اور سنت نبوی میں بھی یہ حکم دیا گیا ہے جو ذکر ہوا اِس کے علاوہ قرآن نے مستشرقین کی غلط الزام تراشی کی تردید کے لیے بار بار اِس کا اعلان کیا کہ شبہہ نہ رہے۔سورۂ کہف میں فرمایا قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر کہہ دے کہ یہ حق ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے تو جو چاہے قبول کرے اور جو چاہے انکار کرے۔سورۂ یونس میں فرمایا ولو شاء ربک لاٰمن من فی الارض کلھم جمیعاً افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین (ترجمہ) اگر تیرا پروردگار چاہتا کہ لوگ زبردستی مومن بنادے تو زمین کے سب لوگ ایمان لے آتے۔اے پیغمبر! کیا تو لوگوں پر اس لیے زبردستی کرے گا کہ ایمان لے آئیں۔سورۂ توبہ میں قرآن کا ارشاد ہے وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللّٰہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لایعلمون اگر لڑائی میں کوئی مشرک تجھ سے پناہ کا طالب ہو تو اُس کو پناہ دے، یہاں تک کہ کلام اللہ سن لے پھر اُس کو وہاں اُس جگہ پہنچادے جہاں وہ بے خوف ہو۔یہ اس لیے کہ یہ لاعلم لوگ ہیں۔اس میں یہ نہیں فرمایا کہ "اسلام یا تلوار" تاکہ جو کلام الٰہی اُس نے سنا ہے اُس پر غور کرکے صحیح رائے قائم کرے۔اس سے یہ

معلوم! کہ خدائے قرآن کا منشاء یہ ہے کہ ایمان کا محرک تلوار نہ ہو بلکہ پر امن حالت میں غور خوض ہو۔ ایسی بہت سی باتیں ہیں لیکن منصف کے لیے اتنا بھی کافی ہے۔ اس ضروری اسلحہ بندی سے مستشرقین نے جبری تبلیغ کا پہلو نکالا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا کہ ان واضح تصریحات کے باوجود مستشرقین کو یہ غلط فہمی کہاں سے پیدا ہوئی کہ انہوں نے یہ الزام لگایا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ اس کا جواب تو یہ ہے کہ اکثر مستشرقین نے قصداً و دیدہ دانستہ سیاسی مقصد براری کے لیے ایسا کیا اور کچھ نے اقرار کیا کہ اسلام صرف تبلیغ سے پھیلا ہے نہ جبر سے، اور جبر کا ایک واقعہ بھی خیر القرون میں نہیں مل سکتا۔ جیسے اس مقصد کے لیے مسٹر آرنلڈ نے "دی پریچنگ آف اسلام" کتاب لکھی ہے اور یہ دعوٰی اُس نے پوری کتاب میں ثابت کیا کہ اسلام جہاں جہاں پھیلا تبلیغ کے اثر سے پھیلا، لیکن ایک گروہ غلط فہمی کا شکار ہوا جس کے اسباب غلطی حسب ذیل اُمور ہیں:

(۱) دورِ اوّل میں عرب میں تبلیغی جماعتیں جہاں جاتی تھیں مسلح ہو کر جاتی تھیں۔ اس مسلح جانے سے اُن خود غرض مستشرقین نے یہ سمجھا کہ یہ مسلح مبلغین تلوار کے زور سے تبلیغ اسلام کر رہے ہیں حالانکہ ایسا قطعاً نہ تھا۔ بلکہ ایسے واقعات عرب میں اس لیے پیش آئے کہ وہاں کوئی منظم حکومت نہ تھی۔ مختلف قبائل عرب نے اپنے اپنے سرداروں کی قیادت میں الگ ریاستیں قائم کر رکھی تھیں۔ لوٹ کھسوٹ ان کا ذریعہ معاش تھا۔ راستے میں بھی ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا تھا۔ اس کے علاوہ مبلغین حضرات مختلف قبائل کے افراد ہوتے تھے وہ جن قبائل سے گزرتے تھے یہ احتمال ہوسکتا تھا کہ مبلغین کے قبائل کے ساتھ اُن کی عداوت ہو اور وہ ان سے انتقام لینے کا قصد کریں۔ ان سب کے علاوہ عرب کی عام عادت یہ تھی کہ حفاظت خود اختیاری کے لیے مسلح سفر کرتے تھے۔ لہٰذا اس اسلحہ بندی کو جبرِ دین سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اکثر اوقات مبلغین کی تعداد بہت کم ہوتی تھی اور جس قبیلے میں مبلغین جاتے تھے اُن کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی۔ اگر مقصود اسلام پر جبر کرنا ہو تو اس کے لیے مبلغین کی یہ قلیل تعداد کیونکر کافی ہوسکتی تھی۔

(۲) غلط فہمی کی دوسری بڑی وجہ میدانِ جنگ کا وہ پیغامِ امن ہے جس سے خونریزی ٹل جائے اور امن و مصلحت قائم ہو۔ حضور علیہ السلام سرداران فوج کو یہ حکم دیتے تھے کہ جب تم مشرکوں اور دشمنوں کے مقابل ہو تو اُن کو تین باتوں میں سے کسی ایک بات کے قبول کرنے کی دعوت دو۔ اُن میں جو بات بھی وہ مان لیں تو اُن کے ساتھ لڑائی کرنے سے رُک جاؤ۔ اول اسلام کی دعوت دو، اگر وہ قبول کریں تو پھر رُک جاؤ اور اُن سے خواہش کرو کہ مسلمانوں کے ملک میں آجائیں تو اُن کا وہی حق ہوگا جو اُن کا ہے اگر وہ نہ مانیں تو اُن کی حالت بدو مسلمانوں کی سی ہوگی۔ قانون اُن پر مسلمانوں کا جاری ہوگا لیکن غنیمت اور فے میں اُن کا حصہ نہ ہوگا۔ جب تک وہ جہاد میں شرکت نہ کریں۔ اگر اسلام قبول نہ کریں تو اُن کو جزیہ دے کر ذمی بن جانے کا کہا جائے۔ اگر اِس کو وہ مان لیں تو اُن سے بھی رُک جاؤ۔ اگر وہ اس کو نہ مانیں تو پھر خدا کی

مدد مانگ کر لڑائی شروع کرو (مسلم، کتاب الجہاد والسیر)۔ اس سے اہلِ یورپ نے یہ سمجھا کہ میدان جنگ کے بغیر بھی مسلمان ہر غیر مسلم کو جبراً مسلمان کرتا تھا خواہ ذمی ہو یا معاہد ہو یا تارک جنگ۔

(۳) غلط فہمی اس حدیث کے عدم فہم سے واقع ہوئی جس میں ارشاد ہے اُمرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الٰہ الا اللّٰہ فاذا قالوھا عصموا منی دمائھم واموالھم (ترجمہ) میں مامور ہوں کہ لوگوں سے لڑوں اُس وقت تک کہ توحید کا اعتراف کریں جب یہ اعتراف کریں تو میری طرف سے اُن کی جان و مال محفوظ ہووے۔ اس سے مستشرقین نے یہ غلط نظریہ جمایا کہ مسلمان تلوار ہاتھ میں لے کر گھماتا ہے اور کافر سے یہ کہتا ہے کہ اسلام لاؤ ورنہ تمہارے لیے تلوار ہے۔ ہم آیات واحادیث سے اس کی تردید کر چکے ہیں۔ حدیث مذکور کا تعلق میدانِ جنگ سے ہے کہ جب عین دورانِ جنگ میں کوئی کافر لا الہ الا اللّٰہ کہہ دے تو رُک جاؤ اور اس سے مت لڑو۔ اگرچہ جان بچانے کے لیے کہے اور دل سے نہ کہے۔ اُسامہؓ نے جب ایک شخص کے متعلق یہ عذر پیش کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا تو نے اُس کا دل چیرا تھا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر مستشرقین کا یہ متعصبانہ بلکہ مجنونانہ الزام درست ہوتا تو بدر کے قیدی جب گرفتار ہو کر آئے تو اُن سے یہ کیوں نہ کہا گیا کہ اسلام یا تلوار، اور قرآن نے یہ حکم کیوں نازل کیا۔ فاما منا بعد واما فداءً یعنی قیدیوں پر احسان رکھ کر مفت چھوڑ دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔

فتح مکہ میں جو تقریباً دس ہزار کفار قیدی پیش ہوئے تو یہ فرمایا گیا لا تثریب علیکم الیوم میں تمہارے اعمال پر تم کو ملامت نہیں کرتا بلکہ تم آزاد ہو۔ اور یہ کیوں نہ کہا گیا کہ "اسلام یا تلوار"۔ ثمامہ رئیس یمامہ جب قید ہو کر آیا تو اُس کو کچھ نہ کہا گیا اُس نے خود غسل کیا اور اسلام لایا اور حضور علیہ السلام نے اسے یہ کیوں نہ فرمایا کہ "اسلام یا تلوار"۔ خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد وان جنحوا للسلم فاجنح لھا (انفال) اگر کفار کا محارب فریق صلح کے لیے جھک جائے تو تم بھی جھک جاؤ۔ اور یہ کیوں نہ فرمایا گیا کہ "اسلام یا تلوار"۔ لاینھا کم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللّٰہ یحب المقسطین۔ تم کو اللہ ان کفار کے متعلق جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا، اس سے نہیں روکتا کہ اُن کفار سے تم احسان کرو اور اُن کافروں سے منصفانہ سلوک کرو، اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ان کافروں سے ایسا کیوں نہ کہا گیا کہ اسلام لاؤ ورنہ تلوار ہے۔ سورۂ نساء میں خدا کا حکم قرآنی ہے فان اعتزلوکم ولم یقاتلوکم والقوا الیکم السلم فما جعل اللّٰہ لکم علیھم سبیلا اگر وہ کفار تم سے کنارہ کریں پھر نہ لڑیں اور وہ تمہارے سامنے صلح کا پیغام ڈالیں تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اُن پر حملہ کرنے کی راہ نہیں دی ہے۔ قرآن حکیم اِس قسم کے مضامین سے پُر ہے، جس سے یورپ کے اس مجنونانہ ومتعصبانہ غلط الزام کی تردید ہوتی ہے۔ عاقل کے لیے اس قدر کافی ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ یورپ والے اسلام

کے ان احکام کو دیکھ کر اسلام کا احسان مانتے کہ اسلام کے رحیمانہ اور مہذبانہ قانون میں عین جنگ کے شعلوں کے دوران دشمنوں کو وہ رعائتیں دی ہیں جن کی کسی مذہب اور خاص کر بائیبل میں نظیر نہیں ملتی۔ مثلاً دورانِ جنگ میں سول آبادی میں بوڑھے، عورتیں، تارک الدنیا اور درویش افراد پر ہاتھ اُٹھانا اور اُن سے لڑنا منع ہے۔ عین جنگ میں صلح کی پیش کش اگر دشمن کردے تو جنگ رُک جائے گی۔ آتشیں آلات سے مارنا منع ہے **لا تعذبوا بعذاب النار** آگ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہ دو۔

(۴) چہارم سبب، جہاد اسلامی کے حقیقی مفہوم کے سمجھنے میں مسیحی یورپ کی غلط فہمی ہے۔ جہاد عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی کسی مقصد کے لیے جدوجہد کرنے کے ہیں اور اسلام اور قرآن وسنت کی اصطلاح میں اُس مالی وجانی وقولی جدوجہد کا نام ہے جو فی سبیل اللہ ہو۔ سبیل النفس یا سبیل القوم یا سبیل الوطن کی آمیزش سے پاک ہو، وہ جہاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت نے جہاد کو اکثر مواضع میں جو ذکر کیا ہے تو ذاتِ خداوندی کی طرف نسبت کر کے ذکر کیا ہے **وجاھدوا فی اللّٰہ حق جھادہٖ** پوری کوشش کرو اللہ کی راہ میں جیسے اس کا تقاضا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث ہے **وجاھدوا بانفسکم واموالکم والسنتکم** خدا کی راہ میں اپنے نفسوں، مال اور زبان سے کوشش کرو، اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ **سبیل اللّٰہ** کیا چیز ہے۔ سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ کے اُس بین الاقوامی اور انسانی قانونِ عادلانہ کا نام ہے جو خالص انصاف پر مبنی ہے اور جس میں کسی قوم اور ملک اور خاص نسل اور رنگ والے لوگوں کی طرف داری نہیں اور ہر جانبداری سے پاک ہے اور سب عالم کے لیے یکساں مفید ہے۔ **وما ارسلنک الا رحمۃ للعٰلمین (الانبیاء)**۔ ''ہم نے آپ کو وہ قانون دے کر بھیجا جو کل عالم کے لیے رحمت ہے''۔ **الحمد للّٰہ الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیراً (الفرقان)** ''ساری تعریف ایک خدا کو ہے جس نے قرآن اُتارا اپنے خاص بندے محمد ﷺ پر، تاکہ تمام عالم کو ظلم کے نتائج سے ڈرائے۔'' یہی انسانی عمومی مفاد مقصدِ جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا مقصد یہ بتلایا ہے **وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللّٰہ ھی العلیا** جہاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کافرانہ قانون کو پست کردیا اور اللہ کا قانون عادلانہ بلندی کے لائق ہے۔ حضور علیہ السلام نے جہاد کرنے والے کی یہ تعریف کی ہے۔ **من قاتل لتکون کلمۃ اللّٰہ ھی العلیا** جو اس لیے لڑے کہ اللہ کا قانون وانصاف بلند وبالا رہے۔

ظاہر ہے کہ ایسے عالمگیر قانون وانصاف جس میں اللہ، انسان اور حیوانات کے حقوق محفوظ ہوں، جب اس کی آزادی کے ساتھ اشاعت کی راہ میں ظالمانہ قوتیں حائل ہو جاتی ہیں اور اشاعت حق کی آزادی سلب کرتی ہیں، ان کو دور کرنے کی صورت میں حق وباطل، عدل وظلم کا معرکۂ کارزار بھی شروع ہوجاتا ہے اور قتال تک نوبت پہنچتی ہے۔ ایسی صورت میں کبھی اہلِ باطل حق کو کچلنے کے لیے حملہ کرتے ہیں اور عہدِ نبوی کے غزوات میں اکثر ایسا ہوا۔ بدر، اُحد، خندق اور

حنین اس کی روشن مثالیں ہیں۔ کبھی اہلِ باطل حق کی تباہی کے لیے تیاری کرتے ہیں تو اہل حق کو قبل از وقت مدافعت کرنی پڑتی ہے چنانچہ غزوہ موتہ وتبوک میں ایسا ہوا۔ اور کبھی راہ حق کی اشاعت کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے والی طاقتوں کو راہ سے ہٹا دیا جاتا ہے تا کہ حق کو آزادی نصیب ہو ایسی صورت میں ابتدائی سرکوبی زیادہ موٴثر ہوتی ہے۔ عہد نبوت کے سرایا میں اکثر ایسا بھی ہوا ہے۔ اس کو آپ ابتدائی اقدام سے موسوم کر سکتے ہیں لیکن مقصد وہی ہے جو عرض کیا گیا۔ سورۃ انفال کے آخر میں ہے **والذین کفروا بعضهم اولیاء بعض الا تفعلوه تکن فتنة فی الارض وفساد کبیر.**
(ترجمہ) ''سب کفار قومیں اللہ کے قانونِ عدل کے خلاف متحدہ محاذ کی صورت میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اگر تم حق وعدل الٰہی کے لیے جہاد نہ کرو گے تو ساری زمین الٰہی حقوق کی بربادی یعنی فتنہ کی صورت میں پُر ہو جائے گی اور عقیدہ و عمل کی شخصی آزادی ختم ہو جائے گی، انسانی حقوق ظلم کے ہاتھوں پامال ہوں گے اور بڑا فساد برپا ہوگا''۔ یہ فرق ہے دنیوی جنگوں میں اور جہاد میں، دنیوی جنگ ''تخریبی عمل'' ہے جیسے ڈاکو کسی کا ہاتھ کاٹ دیتا ہے اور جہاد ''اصلاحی عمل'' ہے جیسے سرجن زہریلے پھوڑے کی وجہ سے مریض کا ہاتھ کاٹتا ہے کہ باقی بدن محفوظ ہو جائے۔ افسوس کہ مستشرقین نے مسیحی اقوام کے تباہ کن آلات جنگ اور ایٹمی آلات سے گزشتہ دو عظیم جنگوں میں اور موجودہ وقت میں ویٹ نام میں جو بم برسائے اور انسان، حیوانات، نباتات اور عمارات تک کو تباہ کر دیا اور وہ بھی صرف شیطانی مقصد کے لیے کہ قومی مفادات یا برتری ثابت ہو، اس پر اعتراض سے خاموش ہیں۔ اگر اعتراض ہے تو اسلام کے اصلاحی معمولی عمل پر جس میں انسانیت کا عظیم تر مقصود پنہاں ہے۔ اگر اسلام میں دینی جبریت ہوتی تو ہزار سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک عراق، مصر، شام اور ہندوستان میں اسلام نے حکومت کی، لیکن چاروں ملکوں میں بدستور عیسائی، یہودی اور ہندو موجود رہے اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے اور ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ کوئی مسلمان تلوار لے کر اُٹھا ہو اور اس نے کسی یہودی عیسائی یا ہندو سے کہا ہو کہ ''اسلام یا تلوار''۔ برخلاف عیسائیوں کے کہ سپین اور سسلی میں مسلمانوں کی آٹھ سو سال حکومت رہی لیکن جب مسیحی اقتدار آیا تو انہوں نے مسلمانوں کا نام ونشان بلکہ قبروں تک کو مٹا دیا۔ یہی حال موجودہ ہندوؤں کا ہے کہ انہوں نے چند برسوں میں بیس لاکھ مسلمان قتل کیے، ایک کروڑ کو جلاوطن کیا اور ہر روز اُن کے فنا کرنے میں مصروف ہیں لیکن پاکستان، افغانستان اور ایران میں کسی ہندو یا سکھ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ یہ اس دورِ انحطاط میں اسلامی تعلیم کا اثر ہے جو مشاہدہ کیا جا رہا ہے کہ دین کی وجہ سے کسی پر جبر نہیں کیا جاتا نہ کسی کی حق تلفی کی جاتی ہے۔

اب ہم بائیبل سے جبر واکراہ اور مذہبی جنگوں کے متعلق مختصر حوالجات پیش کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ جہاد اسلام سے مختص نہیں بلکہ بائیبل کا جہاد اسلام کے جہاد سے سخت ہے۔

(۱) توارت کتاب استثناء باب ۲۰ میں حضرت موسیٰؑ کو خطاب ہے کہ ''جب تم کسی شہر میں داخل ہو یا اس کے

قریب ہو تو ان کو صلح کی طرف بلاؤ، اگر قبول کریں تو اس کے سب رہنے والے تمہارے غلام ہوں گے تم کو جزیہ دیں گے اور اگر صلح قبول نہ کریں تو تمام مردوں کو قتل کرو اور عورتوں، بچوں، مویشیوں اور جو کچھ شہر میں ہے، خاص اپنے لیے مالِ غنیمت بناؤ"۔

(۲) تورات کی کتاب عدد باب ۳۳ میں بنی اسرائیل کو خطاب ہے کہ "جب تم اُردن سے گزرو اور تم کنعان میں داخل ہو تو وہاں کے تمام باشندوں کو ہلاک کرو اور تباہ کرو ان کی مسجدوں کو"۔

(۳) تورات کتاب استثناء باب ۷ میں ہے "جس شہر پر جہاد کرو تو مارو اُن کو یہاں تک کہ ان میں سے کوئی نہ بچے اور اُن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ کرو اور نہ اُن پر رحم کرو۔ اسی طرح جہاد یوشع باب ۱۱ و صفر سموئیل باب ۱۲ و جہاد داؤد باب مذکور میں ہے کہ اُن کو قینچی اور چھریوں سے کاٹو۔

(۴) ۱۳ رسائل کا مجموعہ ۱۸۳۹ء میں جو بیروت میں چھپا ہے اس میں لکھا ہے کہ رُومانیہ کے کلیسا نے تیس ہزار دو سو پروٹسٹنٹ عیسائیوں کو پوپ کو اپنا پیشوا نہ ماننے پر زندہ آگ میں جلایا۔

☆☆☆

عمدہ اور فینسی جلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بک بائنڈرز

ہمارے یہاں "ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد" بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی "بکس والی جلد" بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں رَوٹا مشین پر "کلر پرنٹنگ" (ٹائٹل وغیرہ کی چھپائی) کا کام بھی دیدہ زیب اور بازار سے رعایتی نرخ پر کیا جاتا ہے۔

مناسب نرخ پر معیاری جلد سازی اور طباعت کے لیے رجوع فرمائیں

16 /6 ٹیپ روڈ نزد مین گیٹ گھوڑا ہسپتال لاہور

پروپرائیٹر : محمد سلیم و محمد ندیم

موبائل نمبر : 0300-9464017 , 0300-4293479

فون نمبر : 042-7322408

جامعہ مدنیہ جدید کی زیرِ تعمیر عمارت کا نقشہ جس کا سنگِ بنیاد اکتوبر میں رکھا گیا تھا

حضرت محمد ﷺ یا اپنے والدین، عزیز واقارب اور بزرگانِ دین
کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے کم از کم ایک کمرہ تعمیر کرائیں

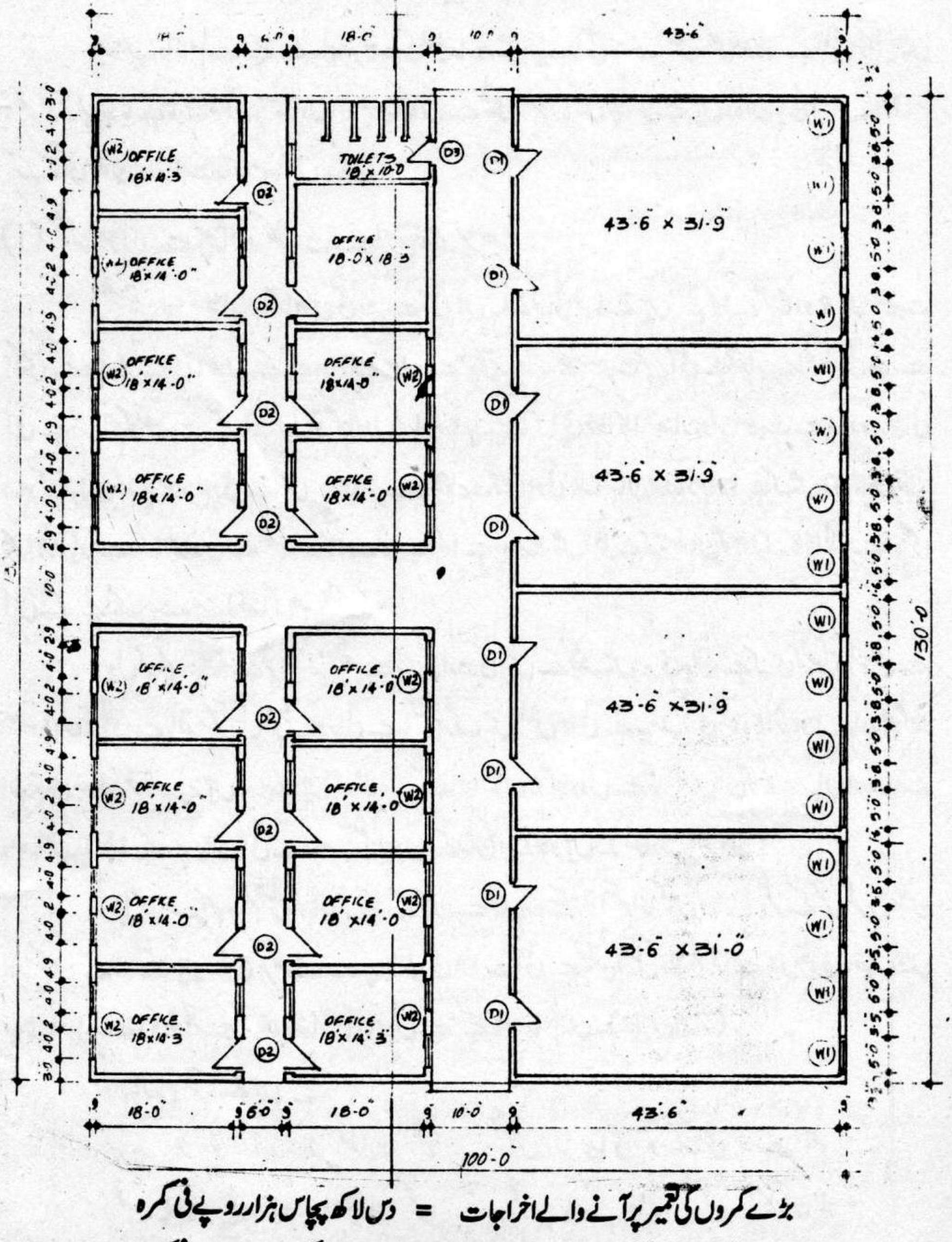

بڑے کمروں کی تعمیر پر آنے والے اخراجات = دس لاکھ پچاس ہزار روپے فی کمرہ

چھوٹے کمروں کی تعمیر پر آنے والے اخراجات = ایک لاکھ پچھتر ہزار روپے فی کمرہ

مصائب وآلام سے بچنے کے شرعی نسخے

☆☆☆

مصائب وآلام سے بچنے کے لیے شریعت کی تعلیمات میں ایک واضح دستور العمل بھی موجود ہے جن کا ذیل میں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے تا کہ جو لوگ مصیبتوں اور پریشانیوں سے حقیقی معنوں میں بچنا چاہتے ہیں وہ ان پانچ اعمال کا اہتمام کر کے قلبی سکون اور راحت وآرام حاصل کر سکیں :

(۱) گناہوں سے بچنا اور کثرت سے استغفار پڑھنا :

مصیبتیں اور پریشانیاں گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "تم کو اے گنہگارو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے"۔ جو مصیبت تم پر آتی ہے تمہارے اعمال کی وجہ سے آتی ہے پس ہم کو مصیبت کے وقت اول تو گناہوں کو یاد کرنا چاہیے تا کہ اپنی خطا کا استحضار ہو کر مصیبت سے زیادہ پریشانی نہ ہو کیونکہ اپنی خطا پر جو سزا ہوتی ہے اُس سے دوسرے کی شکایت نہیں ہوتی بلکہ انسان خود نادم ہوتا ہے کہ میں اِسی قابل تھا۔ پھر اجر کو یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت کا بہت ثواب رکھا ہے حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان کو جو ایک کانٹا لگتا ہے وہ بھی اُس کے لیے ایک حسنہ ہے۔ (فضائل صبر وشکر)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ "قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کسی کو جو کسی لکڑی سے معمولی خراش لگتی ہے یا قدم کو کہیں لغزش ہو جاتی ہے یا کسی رگ میں خلش ہوتی ہے یہ سب کسی گناہ کا اثر ہوتا ہے اور جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں وہ بہت ہیں"۔ خلاصہ یہ کہ عام انسان جو گناہوں سے خالی نہیں اُن کو جو بیماریاں اور حوادث ومصائب یا تکلیف اور پریشانی آتی ہے وہ سب گناہوں کے نتائج اور آثار ہیں۔ (معارف القرآن)

فرمایا کہ جب ہم حاکم ضلع کو ناراض کر کے چین سے نہیں رہ سکتے تو احکم الحاکمین کو ناراض کر کے کس طرح چین اور سکون سے رہ سکتے ہیں۔ آج ہر طرف سے پریشانی کی شکایت آتی ہے لیکن اصل علاج کیا ہے اِس طرف خیال نہیں جاتا۔ اسبابِ رضا کی تو فکر ہے مگر ضدِ رضا یعنی گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں۔ (مجالس ابرار)

مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

ہرچہ بر تو آید از ظلمات غم آں ز بیباکی و گستاخی است ہم
غم چوں بینی زود استغفار کن غم بامرِ خالق آید کارکن!!

(۱) مولانا رُومیؒ فرماتے ہیں کہ اے انسان جو کچھ تجھ پر غم و مصائب اور ظلمات غم آتے ہیں وہ سب تیری بیبا کی اور نافرمانی اور گستاخی کے سبب آتے ہیں۔

(۲) پس جب تو غم اور مصائب دیکھے تو جلد استغفار کر کیونکہ یہ غم خدا کے حکم سے آتا ہے۔

شاعر کہتا ہے۔

قال الجدار للوتد لم تشققتنی   قال الوتد أنظر لمن یدقنی

دیوار نے کہا کھونٹے سے کہ میرے اندر کیوں گھستا ہے اُس نے کہا مجھے کیا دیکھتی ہے اُسے دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے میں تو بے حس ہوں۔

پس اسباب بے بس ہیں یہ مسببِ حقیقی خدائے تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔

ہم جب تک حق تعالیٰ کو راضی نہ کریں گے مصائب دُور نہ ہوں گے اور راضی کرنے کا نسخہ کامل استغفار ہے اور کامل توبہ ہے۔ یعنی حقوق العباد اور حقوق اللہ کی پوری تکمیل شریعت کے مطابق ہو۔ علامہ آلوسیؒ نے تفسیر رُوح المعانی میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس سے واضح کیا گیا ہے کہ دُنیا کے اکثر مصائب ہمارے معاصی کا نتیجہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے جو شخص دنیا میں نیک عمل کرے گا اُس کی جزا آخرت میں پائے گا اور جو تم سے شر کرے گا دنیا میں مصائب اور امراض دیکھے گا۔ (رُوح کی بیماریاں اور اُن کا علاج)

قانونِ مکافات کا یہ ایک قدرتی عمل ہوتا ہے کہ جیسا کرو گے ویسا ہی تمہارے آگے آجائے گا۔ اگر تم نے حق کا مقابلہ کیا خواہ ترکِ حق سے خواہ معارضہ حق سے اور اصل سے ہٹ کر بے اصل کی طرف لوٹ پڑے تو حق بھی تمہیں سزا دینے کی طرف لوٹ پڑے گا۔

وان تعودوا نعد اور اگر تم وہی کام کرو گے تو ہم بھی وہی کام کریں گے حتی کہ معافی کے بعد بھی اگر یہی حرکت ہوئی تو اُدھر سے بھی اعادہ عذاب کی حرکت ہوگی۔

عسی ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر پھر وہی شرارت کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔ (فلسفہ نعمت و مصیبت)

اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اُس کی نافرمانی کرنے والا یعنی کوئی گناہ کرنے والا کبھی سکون سے نہیں رہ سکتا۔ کسی نہ کسی پریشانی کا کانٹا اُس کے دل میں ضرور لگا ہوگا، اگرچہ بظاہر بہت ہی عیش و عشرت میں نظر آرہا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کا تجربہ کرنا ہو تو اُس کے لیے تھرمامیٹر لیجیے۔

جو شخص گناہوں سے نہیں بچتا اُس کے پاس بیٹھ کر دیکھیں پریشانی اور بے چینی بڑھے گی اِس سے ثابت ہوا کہ وہ

خود پریشان ہے۔ جس کے پاس بیٹھنے والا پریشان ہو جاتا ہے وہ خود کس قدر پریشان ہوگا؟

اس کے برعکس جو شخص گناہوں سے بچتا ہو اُس کے پاس بیٹھنے سے دل کو چین و سکون نصیب ہوگا۔ اِس سے اندازہ لگائیں کہ خود اُس کے قلب میں سکون کے کتنے بڑے خزانے ہیں''۔ (جواہر الرشید)

دُنیا بھر کے تمام تفکرات اور پریشانیوں کا واحد علاج یہ اور صرف یہ ہے کہ مالک کو راضی کر لیا جائے۔

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا کسی کو فکر گوناگوں سے ہر دم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیرِ آسماں پایا بس اک مجذوب کو اس غم کدہ میں شادماں پایا
غموں سے بچنا ہو تو آپ کو دیوانہ ہو جائے

آج کی پریشان حال اور ابتر دنیا اگر فی الحقیقت ایک خوش وخرم اور پرسکون زندگی چاہتی ہے تو اپنا رُخ بدلے اور اُس کے بھیجے ہوئے مستند قانون کو اپنا کر راہِ عبدیت اختیار کرے کہ اُس بارگاہ سے نہ کبھی کوئی مایوس لوٹا ہے اور نہ لوٹے گا اور اُس سے کٹ کر نہ کبھی کوئی کامیاب ہوا ہے نہ ہوگا۔ (فلسفہ نعمت و مصیبت)

حق تعالیٰ صاف فرماتے ہیں کہ جو کچھ مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے آتی ہے۔ ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر . معلوم ہوا کہ ہماری ہر خطا پر مواخذہ نہیں فرماتے بلکہ بہت سے گناہوں سے درگزر بھی فرما دیتے ہیں مگر جب ہم بہت ہی گناہوں میں منہمک ہو جاتے ہیں تو اُس وقت مصائب کا نزول ہوتا ہے تاکہ ہم کچھ اپنی حالت پر توجہ کریں اور سنبھل جائیں مگر ہم اتنے غافل ہیں کہ تنبیہ سے بھی متنبہ نہیں ہوتے اور جب مصیبت آتی ہے تو سوچتے ہیں کہ ہم سے ایسا کیا قصور ہو گیا جو یہ بلائیں ہمارے اُوپر نازل ہوئیں۔ مگر حق تعالیٰ کے ارشاد سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب بلائیں ہمارے گناہوں ہی کی بدولت ہیں۔ (مفاسدِ گناہ)

پس جب مصیبت بحالہ رہے تو دشمن تو تمہارے گھر کے اندر رہے باہر کے انتظام سے کیا ہوتا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں :

در بہ بست و دشمن اندر خانہ بود حیلۂ فرعون زیں افسانہ بود
(دروازہ بند کر لیا لیکن دشمن گھر کے اندر تھا۔ فرعون کا حیلہ محض افسانہ تھا)

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ فرعون نے اپنے دشمن کو یعنی موسیٰ علیہ السلام کو گھر کے اندر رکھا اور اُن کو پرورش کیا اور دشمنوں کا انتظام کرتا تھا۔ صاحبو! لوگ باوجود اصلاح نہ کرنے کے جو تدبیر کر رہے ہیں یہ فرعونی تدبیر ہے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی جو اصلی سبب ہے پریشانیوں کا اُس کو چھوڑتے نہیں اور بالائی تدبیر کرتے ہیں۔ یاد رکھو جب تک کہ مرض کے اصلی سبب کا استیصال نہ کیا جائے مرض نہ جائے گا۔ پس جب تک معصیت نہ چھوڑیں گے اِن بلاؤں سے

خلاصی نہیں ہوسکتی۔ سو اِس سبب کی طرف کسی کو اِلتفات تک بھی نہیں۔ آپ ہی بتلایئے فیصدی کتنے ایسے لوگ ہیں جن کو اِس کا احساس ہو اور وہ تدبیر کرتے ہوں۔ ہاں ظاہری تدبیریں کرتے ہیں لیکن اصلی تدبیر سے غفلت ہے اور بعضے کوئی تدبیر بھی نہیں کرتے۔ (راہِ نجات)

اور وہ تدبیر کیا ہے؟ وہ تدبیر یہ ہے جو حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمائی۔ یاقوم استغفروا ربکم الخ. ''اے میری قوم اپنے گناہوں کی اپنے رب سے معافی مانگو''۔

(۲) اپنا فرض منصبی پورا کرنا :

تمام گناہوں سے توبہ واستغفار کے ذیل میں اپنے فرضِ منصبی میں کوتاہی کرنے پر بھی توبہ کرنی چاہیے۔ اپنے فرضِ منصبی کو چھوڑنے سے ہم طرح طرح کے مصائب وآلام کا شکار ہوگئے ہیں۔ اللہ کے حکم ہماری آنکھوں کے سامنے ٹوٹ رہے ہیں منکرات کا سیلاب اُمڈا ہوا ہے۔ اُن کو بند کرنے کی کوئی سعی جدوجہد نہیں ہو رہی ہے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر (یعنی نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے منع کرنا) کو چھوڑنا خدا وحدہ لاشریک کی لعنت اور غضب کا باعث ہے۔ اور جب اُمّتِ محمدیہ اِس کام کو چھوڑ دے گی تو سخت مصائب وآلام اور ذلت وخواری میں مبتلا کردی جائے گی اور ہر قسم کی غیبی نصرت ومدد سے محروم ہوجائے گی اور یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ اس نے اپنے فرضِ منصبی کو نہیں پہچانا اور جس کام کی انجام دہی کی ذمہ دار تھی اُس سے غافل رہی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہمیشہ لاالہ الا اللّٰہ اپنے پڑھنے والے کو نفع دیتا ہے اور اُس سے عذاب وبلا کو دُور کرتا ہے جب تک کہ اس کے حقوق سے بے پروائی نہ برتی جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اِس کے حقوق سے بے پروائی کیا ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کھلے طور پر کی جائے پھر نہ اُن کا انکار کیا جائے اور نہ اُن کے بند کرنے کی کوشش کی جائے۔ (مسلمانوں کی پستی کا علاج)

لہٰذا سب مسلمان اعمالِ صالحہ کے ساتھ ساتھ تمام گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کریں اور دوسروں کو بھی منکرات سے حکمت وبصیرت کے ساتھ منع کریں پھر تمام پریشانیاں دُور ہوجائیں گی۔

پوری دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے اوامر زندہ اور نواھی مٹ جائیں۔ اس فریضے کی ادائیگی میں دشمنانِ اسلام کی طرف سے مزاحمت اور رکاوٹوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے دشمنان کے خلاف اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مسلح جہاد کا حکم دیا ہے۔ جہاد کی حکمت یہی ہے کہ دین کو دنیا میں عام کیا جائے چاہے تمہیں اپنی جان دینی پڑے یا دشمن کی جان لینی پڑے۔ آج اُمت کے مصائب وآلام میں گرفتار ہونے کی بڑی وجہ ترکِ جہاد بھی ہے۔ لہٰذا مجاہدین جو دشمنانِ اسلام کے خلاف برسرِ پیکار ہیں اُن کی جتنی بھی جانی ومالی امداد ممکن ہوسکتی ہو دریغ نہ کیا جائے۔

مصائب وآلام کا حقیقی اور اصلی علاج یہی ہے کہ :

(۱) تمام گناہوں سے بچا جائے۔

(۲) دوسروں کو نیکیوں کی ترغیب دی جائے اور گناہوں سے منع کیا جائے۔

(۳) مجاہدین فی سبیل اللہ کی جانی ومالی امداد کی جائے۔

مصائب وآلام اور پریشانیوں سے بچنے کا حقیقی اور اصلی علاج یہی ہے۔ باقی تمام نسخے اور علاج اِس کے ذیل میں آتے ہیں۔ آج کل مسلمان ہر طرف سے اعداء (دشمنوں) کے نرغہ اور طرح طرح کے مصائب سے پریشان ہو کر قسم قسم کی تدبیریں اِس بلا سے نکلنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں لیکن افسوس کہ اِن تدبیروں میں بار بار کی ناکامی ونامرادی کے باوجود وہ نہیں آتے تو صرف اس تدبیر کی طرف نہیں آتے جو اُن کی سب کامیابیوں کی کفیل اور تجربہ سے صحیح ویقینی ثابت ہو چکی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو صحیح اور مضبوط کرنا۔ اس کے رسول ﷺ کی بتلائی ہوئی تدبیروں پر عمل کرنا۔ ولنعم ماقیل ۔

نہ ہرگز اُن پر غالب کسب مال وجاہ سے ہوگے
نہ جب تک حملہ آور اُن پر دینی راہ سے ہوگے
نہ ہرگز کامراں سعیِ گہ و بے گاہ سے ہوگے
نہ جب تک مل کے سب وابستہ حبل اللہ سے ہوگے

(۳) دُعاء کا اہتمام کرنا :

دُعا بھی ایک تدبیر ہے اور احسن التدبیر ہے۔ لوگ اس کو تدبیر نہیں سمجھتے چنانچہ اپنی مہمات میں لوگ جہاں بھر کی تدابیر کرتے ہیں اور افسوس ہے کہ جو اصل تدبیر ہے یعنی دُعا اُس سے غافل ہیں۔ (فضائل صبر وشکر)

مشکوٰۃ میں حدیث وارد ہے کہ دعا آئی بلا کو ٹالتی ہے اور جو ابھی آئی نہیں اُس کو بھی دفع کر دیتی ہے۔ پس اے اللہ کے بندو! دُعا کو لازم پکڑلو۔

بلائیں تیرے فلک کماں ہے چلانے والا شہِ شاہاں ہے
اُسی کے زیرِ قدم اماں ہے بس اور کوئی مفر نہیں ہے

(رُوح کی بیماریاں اور اُن کا علاج)

ارشاد فرمایا کہ قضا کو صرف دُعا ہٹا دیتی ہے، احتیاط وتدبیر سے نہیں ٹلتی ۔ دعا نازل شدہ بلا سے بھی نافع ہے اور

اس بلا سے بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئی اور کبھی بلا نازل ہو جاتی ہے اور ادھر سے دعا پہنچ کر اس سے ملتی ہے اور دونوں میں قیامت تک کشتی ہوتی رہتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبل مصیبت بھی دعا کرتا رہے اس کی برکت سے مصیبت نہیں آتی اور کبھی اس کی وجہ سے مصیبت ٹل جاتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے زیادہ کوئی چیز قدر و منزلت کی نہیں اور جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں کے وقت اس کی دعا قبول فرمالیا کریں اُس کو چاہیے کہ خوشی اور عیش کے وقت کثرت سے دعا مانگا کرے۔

ارشاد فرمایا کہ دُعا مسلمان کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے اور آسمان کا نور ہے۔ دعا میں خاصیت ہے کہ اس سے تدبیر ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ (شریعت و طریقت)

حضور ﷺ کا ایک بلا زدہ قوم پر گزر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے عافیت کیوں نہیں مانگتے" ارشاد فرمایا کہ "دعا میں ہمت نہ ہارو کیونکہ دعا کرتے ہوئے کوئی ضائع نہیں ہوتا۔ (مناجات مقبول)

پس معلوم ہوا کہ مصائب و آلام سے بچنے کے لیے دُعا کا اہتمام ایک مضبوط ہتھیار ہے۔

(۴) صدقہ و خیرات کا اہتمام کرنا :

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ صدقہ کرنے میں جلدی کیا کرو اس لیے کہ بلا صدقہ کو پھاند نہیں سکتی یعنی اگر کوئی بلا و مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو وہ صدقہ کی وجہ سے پیچھے رہ جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ اپنے بیماریوں کا صدقہ سے علاج کرو۔ اور تجربہ بھی اس کا شاہد ہے کہ صدقہ کی کثرت بیماری سے شفا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ سے بیماروں کا علاج کیا کرو کہ صدقہ آبروریزیوں کو بھی ہٹاتا ہے اور بیماریوں کو بھی ہٹاتا ہے اور نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے اور عمر کو بڑھاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ کرنا ستر بلاؤں کو روکتا ہے جن میں کم سے کم درجہ جذام اور برص کی بیماری ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ برائی کے ستر دروازے بند کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ اللہ جل شانہ کے غصہ کو دور کرتا ہے اور بُری موت سے حفاظت کرتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ صدقہ مرنے کے وقت شیطان کے وسوسہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور مرض کی شدت کی وجہ سے ناشکری کے الفاظ نکلنے سے حفاظت کرتا ہے اور ناگہانی موت کو روکتا ہے۔ غرض حسن خاتمہ کا معین ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے تفکرات اور غموں کی تلافی صدقہ سے کیا کرو۔ اس سے حق تعالیٰ شانہ تمہاری مضرت کو بھی دفع کریں گے اور تمہاری دشمن پر مدد کرے گا۔

الغرض بہت سی روایات میں آیا ہے کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں پر ان کے اعمال

کی بدولت ہر طرف سے ہر قسم کی بلائیں مسلط ہو رہی ہیں، صدقات کی بہت زیادہ کثرت کرنی چاہیے مگر افسوس کہ ہم لوگ ان احوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی صدقات کا اہتمام نہیں کرتے۔ (فضائل صدقات)

(۵) مسنون اوراد و وظائف کا پڑھنا :

دعائے کرب :

حدیث میں آیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی غم یا بے چینی یا اہم کام پیش آجائے اُس کو چاہیے کہ یہ کلمات پڑھے، سب مشکلات آسان ہو جائیں گی وہ کلمات یہ ہیں :

لاالہ الا اللّٰہ العظیم الحلیم لاالہ الااللّٰہ رب العرش العظیم لاالہ الا اللّٰہ رب السموات والارض ورب العرش الکریم

امام طبریؒ نے فرمایا کہ سلف صالحین اِس دعا کو دعا کرب کہا کرتے تھے اور مصیبت و پریشانی کے وقت یہ کلمات پڑھ کر دُعا مانگا کرتے تھے۔

مشکلات کے وقت دُعا :

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تمہارے لیے اِس سے کیا چیز مانع ہے کہ تم میری وصیت کو سن لو اور اُس پر عمل کرو۔ وہ وصیت یہ ہے کہ صبح و شام یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

یاحی یا قیوم برحمتک استغیث اصلح لی شانی کلہ ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین

یہ دعا بھی تمام حاجات و مشکلات کے لیے بے نظیر ہے۔ (معارف القرآن)

ہر بلا سے حفاظت :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شروع دن میں آیت الکرسی اور سورۂ مومن کی پہلی تین آیتیں (حم سے الیہ المصیر تک) پڑھ لیں، وہ اُس دن ہر برائی اور تکلیف سے محفوظ رہے گا۔ (معارف القرآن)

حصولِ مقاصد کا مجرب نسخہ :

رسول اللہ ﷺ نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کو مصیبت سے نجات اور حصولِ مقاصد کے لیے یہ تلقین فرمائی کہ کثرت

کے ساتھ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** پڑھا کریں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ دینی اور دنیوی ہر قسم کے مصائب اور مضرتوں سے بچنے اور منافع و مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اس کلمہ کی کثرت بہت مجرب عمل ہے اور اِس کثرت کی مقدار حضرت مجددؒ نے یہ بتلائی ہے کہ روزانہ پانچ سو مرتبہ یہ کلمہ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** پڑھا کرے۔ اور سو سو مرتبہ درود شریف اس کے اول و آخر میں پڑھ کر اپنے مقصد کے لیے دعا کیا کرے۔ (معارف القرآن)

تکالیف سے فوری نجات کا راستہ :

حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جس شخص کو کوئی رنج و غم یا مصیبت تنگی پیش آئے اور وہ یہ کلمات پڑھے تو حق تعالیٰ ضرور اُس کی تکلیف رفع فرما دیتے ہیں۔

اللہ اللہ ربی لا اُشرک بہ احدا

ہر مصیبت و تکلیف کا علاج :

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں ایسی چیز بتلا دوں جس کے پڑھنے سے ہر مصیبت و تکلیف جو کسی انسان پر پڑ گئی ہو دُور ہو جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتلایئے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت ذوالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا یعنی آیت کریمہ

لاالہ الاانت سبحانک انی کنت من الظلمین

آفات و مشکلات سے حفاظت کا نسخہ :

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص گناہوں میں یا دنیوی آفتوں میں مبتلا ہو اور کوئی تدبیر و علاج کارگر نہ ہو، اُس کو چاہیے کہ درود شریف کا وِرد کثرت سے کرے کیونکہ حدیث کے وعدہ کے مطابق ایک دُرود پر اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں نازل ہوں گی۔ تو جو شخص کثرت سے درود شریف پڑھے گا اُس پر اُسی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں متوجہ ہوں گی۔ ناممکن ہے کہ اتنی رحمتوں کے سایہ میں اس کی مشکلات دور نہ ہوں۔

تمام بلاؤں سے حفاظت :

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح و شام **قل ھو اللہ احد** اور **معوذ تین** (سورۂ فلق اور سورۂ الناس) پڑھ لیا کرے تو یہ اُس کے لیے کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ اُس کو ہر بلا سے بچانے کے لیے کافی ہے۔

سحر اور نظرِ بد سے حفاظت :

معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ الناس) منافع اور برکات اور سب لوگوں کو ان کی حاجت وضرورت ایسی ہے کہ کوئی انسان اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں سورتوں کو سحر اور نظرِ بد اور تمام آفات جسمانی و رُوحانی دُور کرنے میں تاثیر عظیم ہے۔ (معارف القرآن) (ماخوذ از : مصائب اور اُن کا علاج)

☆☆☆

انتقال پر ملال

گزشتہ ماہ ۶ مئی کو جناب سیّد شوکت حسین صاحب عارضۂ قلب کی بناء پر انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت نیک طبیعت اور بے ضرر انسان تھے۔ اہلِ خانہ کے لیے اِن کی وفات بہت بڑا حادثہ ہے۔ اہلِ ادارہ ان کے غم میں اپنے کو برابر کا شریک جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں مرحوم کے لیے دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کرایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، قارئین کرام سے بھی یہی درخواست ہے۔

☆☆☆

دعاء

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"جو شخص ہر روز صبح اور شام یہ کلمات طیبات سو مرتبہ پڑھے گا وہ فقر و فاقہ سے محفوظ رہے گا، غنا کا دروازہ اُس پر کھل جائے گا اُسے قبر میں کسی طرح کی وحشت نہ ہوگی اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھل جائیں گے"۔

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ"

(شرح الصدور از جلال الدین سیوطیؒ ص ۱۴۹)

☆☆☆

ہر لمحہ پیشِ نظر مرضیِ جاناں رہے

﴿عبداللہ عادل متعلم جامعہ مدنیہ لاہور﴾

☆☆☆

اس پُر آشوب دور میں اکابر علماء دیوبند رحہم اللہ نے سینکڑوں کی تعداد میں دین حمید کی گُل ہوتی شمع کو اپنے سینے کی حدت سے روشن رکھتے ہوئے دنیا کے کونے کونے میں نور کی کرنوں کو پھیلایا اور اپنی اپنی خدمات کی وجہ سے تا قیامت تاریخ کے ماتھے پر سورج کی طرح روشن رہیں گے (انشاء اللہ)۔ ان اکابر میں سے حضرت شیخ الہند ؒ اور حضرت شیخ الاسلام ؒ کا آپس میں ایسا تعلق تھا کہ اگر شیخ الہند ؒ چاند تھے تو شیخ الاسلام ؒ اُس کا ہالہ تھے اور اگر شیخ الہند ؒ سورج تھے تو شیخ الاسلام اُس کی کرنیں تھے اور اگر شیخ الہند ؒ سمندر تھے تو شیخ الاسلام ؒ اُس کی روانی تھے۔

حقیقتاً یہ دونوں شخصیات ہی تھیں جنہیں برصغیر کے عوام وخواص ایک جید عالم صوفی طریقت اور مدبر سیاسی لیڈر کے طور پر جانتے اور مانتے تھے۔ یہ دونوں حضرات کے درمیان استاد اور شاگرد کا عظیم روحانی رشتہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنی ؒ کے قلب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اُستاذ کی خدمت ومحبت کا ایسا جذبہ عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے وہ حضرت شیخ الہند ؒ کی خدمت اور قربت کے لیے انہیں ہر وقت بے قرار رکھتا اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ دنیا میں اُستاذ وشاگرد کے تعلق کی اس جیسی مثال کا ملنا بہت مشکل ہے۔ اس محبت کا اندازہ حضرت شیخ الہند ؒ کے شاگردِ رشید ولی کامل بایزیدِ وقت حضرت میاں سیّد اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے اس واقعے سے ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں :

> احقر کے زمانہ قیام جونپور میں حضرت شیخ الہند ؒ بھاگلپور سے واپس ہوتے ہوئے ایک روز کے لیے جونپور ٹھہرے حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ ان کے ہمرکاب تھے۔ رمضان المبارک کا تیسرا روزہ تھا شب بیداری کے کسل سے صبح کی نماز کے بعد حضرت ؒ نے آرام کرنا چاہا۔ تنہائی کے لیے مسجد اٹالہ کے بالائی درجہ پر بستر بچھا کر حضرت کو لٹایا۔ مولانا حسین احمد مدنی ؒ اس زمانہ میں (ہر کہ خدمت کرد مخدوم شد) کے صحیح مصداق ہو گئے تھے۔ ہمیشہ سفر وحضر کی خدمت کے لیے حضرت ؒ کو آرام پہنچاتے رہتے تھے۔ حسب عادت پاؤں دبانے لگے خاکسار محروم الخدمت کو حرص خدمت آئی دوسرا پاؤں دبانا شروع کر دیا اور ہنس کر حضرت حسین احمد مدنی ؒ کو کہا۔ مولوی صاحب آج ہم

بھی آپ کے برابر ہوگئے ہیں تو حضرت شیخ الہند نے سنا اور مسکرائے اور فرمایا بھائی اصغر حسین تم کہاں کہاں اِن کی برابری کروگے (حیات شیخ الہند مؤلفہ حضرت میاں صاحب شائع کردہ کتب خانہ اصغریہ دیوبند ص ۱۹۹۔۱۹۸) حضرت شیخ الہند کا یہ جملہ اتفاقی نہ تھا بلکہ حضرت مدنی رفاقت وقربت ومعیت کی ایک عظیم پیش گوئی تھا۔

حضرت مدنی نے ایک لمبا عرصہ شیخ الہند کی حویلی میں خادم خاص کے طور پر گزارہ اور ہر لمحہ ہر گھڑی استاد کی خدمت میں اپنے آپ کو چوبند رکھا کوئی گھڑی ایسی نہ گزری شیخ الہند نے آپ کو اپنے سے دور محسوس کیا ہو۔

شیخ الہند ۱۴؍جنوری ۱۹۱۷ء بمطابق ۱۸؍ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو حجاز مقدس سے گرفتار ہوئے بعد ازاں مالٹا کی جیل میں منتقل کردیئے گئے تو اُس مشکل وقت میں بھی ایک بہترین اور ہمسفر کے طور پر آپ کے ساتھ تھے۔ ۸؍جون ۱۹۲۰ء کو جب آپ مالٹا کی جیل سے رہا ہوئے تو آپ کافی علیل تھے گھر واپس پہنچے تو حضرت شیخ الہند کی اہلیہ نے کہا کہ میں حسین احمد کے سر پر پیار کا ہاتھ پھیرنا چاہتی ہوں۔

ظاہر ہے جب انہوں نے حضرت مدنی سے اتنی محبت اور اخلاص کے ساتھ اپنے شوہر نامدار کی خدمت کرتے ہوئے سنا تو ان مشفقانہ جذبہ جوش میں آیا اور ان کا جی چاہا کہ میں حسین احمد مدنی کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھوں۔ حضرت شیخ الہند نے جب یہ بات سنی تو رقت آمیز لہجے میں فرمایا کہ جی میرا بھی نہیں چاہتا کہ تو حسین احمد مدنی سے پردہ کرے کیونکہ حقیقی بیٹا بھی ہوتا تو اتنی خدمت نہ کرتا لیکن ہر حال شرعی طور پر غیر محرم کے سامنے آنے کی اجازت نہیں ہے (بحوالہ چراغ محمد صفحہ نمبر ۱۳۹) اِس کو کہتے ہیں جو مرضیِ جاناں نہیں وہ مرضِ جاں بھی نہیں۔ یہ ہے اکابر علماء دیوبند کا دین محمدی پر عمل۔ احکام شرع کو کائنات کی ہر چیز پر اس طرح مقدم رکھتے کہ دنیا والے حیران و پریشان رہ جاتے۔

ہم اکابر علماء دیوبند کے نام لیوا تو ہیں مگر افسوس کا مقام ہے کہ جب کبھی ہمارے سامنے معاشرتی یا خاندانی رسم ورواج یا دنیاوی منفعت یا کوئی طبعی تقاضہ شرعی حکم کے مقابل آجاتا ہے تو ہم شریعت کو اس طرح پس پشت ڈالتے ہیں جیسا کہ ہمارا اس سے کبھی تعلق رہا ہی نہیں۔ چاہیے تو یہ کہ جس طرح ہم اپنے مسلمان ہونے کا فوراً اقرار کرتے ہیں عملاً بھی اس عظیم مذہب کو اپنی زندگیوں میں داخل کریں جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے : **یا ایھا الذین امنوا اُدخلوا فی السلم کافۃ** (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۰۸) اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ۔

☆☆☆

دینی مسائل

☆☆☆

﴿نماز کو توڑنے والی چیزوں کا بیان﴾

ا۔ نماز میں بولنا یا بلا ضرورت آواز نکالنا :

مسئلہ : نماز میں قصداً یا بھولے سے یا خطا سے بول اُٹھا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ بولنے سے مراد یہ ہے کہ کہا ہوا لفظ کم از کم دو حرف پر مشتمل ہو۔ اور ایک حرف پر مشتمل ہو تو وہ ایسا ہو جو بامعنی ہو جیسے عربی زبان میں مثلاً ع اور ق کہ ''ع'' کا مطلب ہے ''تو حفاظت کر'' اور ''ق'' کا مطلب ہے ''تو بچا''۔

مسئلہ : کسی شخص کو سلام کرنے کے قصد سے سلام یا تسلیم یا السلام علیکم یا اس جیسا کوئی لفظ کہنا اور اسی طرح کسی کے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا، اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مسئلہ : اگر درد یا مصیبت سے نماز میں آہ یا اوہ یا اُف یا ہائے کہے یا زور سے روئے تو نماز جاتی رہتی ہے۔ البتہ اگر مریض مرض سے بے قابو ہو جائے اور اُس سے بے اختیار آہ یا ہائے نکل جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ اسی طرح اگر جنت یا دوزخ کو یاد کرنے سے دل بھر آیا اور زور سے آواز یا آہ یا اُف وغیرہ نکل جائے تو نماز نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ : بے ضرورت کھنکھارنے اور گلا صاف کرنے سے جس سے دو حرف بھی پیدا ہو جائیں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ البتہ لاچاری اور مجبوری کے وقت کھنکھارنا درست ہے اور نماز نہیں جاتی۔

مسئلہ : نماز میں چھینک آئی اور اس پر الحمد للہ کہا تو نماز نہیں جاتی لیکن کہنا نہ چاہیے اور اگر کسی اور کو چھینک آئی اور اس نے جواب میں اس کو یرحمک اللہ کہا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ : نماز میں کچھ خوشخبری سنی اُس پر الحمد للہ کہہ دیا یا کسی کی موت کی خبر سنی اُس پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ : کوئی لڑکا وغیرہ گر پڑا اُس کے گرتے وقت بسم اللہ کہہ دیا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ : اگر نمازی نے وسوسہ کے دُور ہونے کے لیے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھی تو اگر وہ وسوسہ دُنیاوی اُمور سے متعلق ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اُمورِ آخرت سے متعلق ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۲۔ ایسا عمل کرنا جو کثیر ہو اور نماز کی جنس سے نہ ہو :

عمل کثیر کی چند صورتیں ہیں :

(۱) دور سے دیکھنے والا کہ جس کے سامنے نماز شروع نہیں کی وہ عمل ہوتے دیکھ کر یہ سمجھے کہ وہ شخص نماز میں نہیں ہے۔

(۲) وہ کام جو عام طور سے دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہے جیسے عمامہ باندھنا، تہبند باندھنا وغیرہ (اگرچہ نمازی اس وقت اس کو ایک ہاتھ ہی سے کرے)

وہ کام جو عام طور سے ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے جیسے ٹوپی پہننا یا ٹوپی اُتارنا یہ عمل قلیل ہے اگرچہ نمازی اس کو دو ہاتھوں سے کرے۔

(۳) وہ کام جس کیلیے کرنے والا عام طور سے علیحدہ مجلس (Sitting) کرتا ہے جیسے بچے کو دودھ پلانا۔

(۴) عمل اگرچہ قلیل ہو لیکن اُس کو ایک رکن یا ایک رکن کی مقدار میں تین بار تک کرنے سے وہ عمل کثیر بن جاتا ہے۔

نوٹ : آخری تین صورتیں بھی پہلی صورت ہی میں شامل ہو سکتی ہیں کیونکہ ان میں بھی کام ہوتے دیکھ کر دُور سے دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ یہ کام کرنے والا نماز میں نہیں ہے۔

مسئلہ : اگر ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مدت میں تین بار کھجلایا یعنی ایک دفعہ کھجا کر ہاتھ ہٹا لیا ہو پھر دوسری مرتبہ ہاتھ لے جا کر پھر کھجایا، ایسا تین مرتبہ کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

اور اگر ہاتھ صرف ایک مرتبہ اُٹھا کر ایک جگہ رکھ کر چند مرتبہ کھجانے کی حرکت کی تو یہ ایک ہی مرتبہ کھجانا کہا جائے گا، اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

مسئلہ : کسی نے نماز کے اندر جوڑا باندھا تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ : نماز میں بچے نے آکر اپنی ماں کا دودھ پی لیا تو نماز جاتی رہی البتہ اگر دودھ نہیں نکلا تو نماز نہیں گئی۔

مسئلہ : قرآن شریف میں دیکھ دیکھ کر پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بلکہ اگر حالتِ نماز میں قرآن مجید دیکھ کر صرف ایک آیت قراءت کی جائے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر وہ آیت جو دیکھ کر پڑھی ہے اُس کو پہلے سے یاد تھی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر ایک آیت سے کم دیکھ کر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ : کسی خط یا کسی کتاب پر نظر پڑی اور اس کو اپنی زبان سے نہیں پڑھا لیکن دل ہی دل میں مطلب سمجھ گیا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ البتہ اگر زبان سے پڑھ لے تو نماز جاتی رہی۔

(۳) نماز کے اندر کھانا پینا :

مسئلہ : نماز میں کوئی چیز کھالی یا کچھ پی لیا تو نماز جاتی رہی۔ یہاں تک کہ ایک تل یا چھالیہ کا ٹکڑا اُٹھا کر کھالے تو بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔ البتہ اگر چھالیہ کا ٹکڑا وغیرہ کوئی چیز دانتوں میں اٹکی ہوئی تھی اُس کو نگل گیا تو اگر چنے سے کم ہو تب تو نماز ہو گئی اور اگر چنے کے برابر یا زیادہ ہو تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ : منہ میں پان دبا ہوا ہے اور اُس کی پیک حلق میں جاتی ہے تو نماز نہیں ہوئی۔

مسئلہ : کوئی میٹھی چیز کھائی پھر کلی کر کے نماز پڑھنے لگا لیکن منہ میں اس کا کچھ مزہ باقی ہے اور تھوک کے ساتھ حلق میں جاتا ہے تو نماز صحیح ہے۔

مسئلہ : اگر گوند وغیرہ کو پے در پے تین دفعہ یا زیادہ چبایا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

(۴) نماز کے اندر زیادہ چلنا خواہ اختیار سے ہو یا بلا اختیار ہو :

اگر نماز کے اندر بلا عذر چلا تو اگر متواتر اور کثیر چلا تو نماز فاسد ہو جائے گی خواہ قبلہ کی طرف سے سینہ نہ پھرے۔ اور اگر کثیر غیر متواتر چلنا ہو یعنی مختلف رکعتوں میں متفرق چلنا ہو اور ہر رکعت میں قلیل چلنا ہو تو اگر قبلہ سے سینہ نہ پھرا ہو تو نماز نہیں ٹوٹتی۔

کثیر کی حد مقتدی کے لیے ایک دم متواتر چلنے کی دو صف کی مقدار ہے، اس سے کم قلیل ہے۔ لہٰذا ایک دفعہ میں دو صفوں کے بقدر چلا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر ایک صف کے بقدر چلا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔

اور کثیر غیر متواتر کی مثال یہ ہے کہ ایک صف کے بقدر چلا پھر ایک رکن کی مقدار یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے بقدر ٹھہرا۔ پھر ایک صف کے بقدر چلا پھر ایک رکن کی مقدار ٹھہرا تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی اگرچہ بہت چلا ہو جب تک جگہ مختلف نہ ہو جائے یعنی اگر مسجد ہے تو مسجد سے باہر نہ ہو جائے اور اگر میدان ہے تو صفوں سے باہر نہ ہو جائے۔

امام کے لیے سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا کثیر ہے اور نماز توڑ دیتا ہے۔ منفرد کے لیے اُس کے سجدہ کی جگہ کا اعتبار ہے اور اُس سے زائد نماز کو توڑ دیتا ہے۔

اور اگر نماز کے اندر چلنا عذر کے ساتھ ہو تو اگر وہ نماز میں حدث ہونے کے بعد طہارت کے لیے چلا ہو یا خوف کی نماز میں چلنا ہو تو اس سے نماز نہ ٹوٹتی ہے اور نہ مکروہ ہوتی ہے خواہ وہ چلنا قلیل ہو یا کثیر اور خواہ قبلہ کی طرف سے پھر جائے یا نہ پھرے اور خواہ مسجد سے باہر ہو جائے۔ (جاری ہے)

☆☆☆

منتظر ہے یہ جہاں آئینِ پیغمبر کا آج

قرآن وسنت کے علوم وافکار کی اشاعت وترویج اور اہل اسلام میں
قرآنی تعلیمات کا ذوق وشوق بیدار کرنے کے لئے

نورٌ علیٰ نور قرآن کریم نمبر

زیر ادارت

مولانا عبدالرشید انصاری

☆ قرآن کا تعارف ☆ قرآن کی فضیلت

☆ قرآن کی تاریخ ☆ قرآن کی ضرورت

☆ نسل نو کے نام قرآن کا امن آفرین پیغام

☆ قرآنی نظام کے لئے جدوجہد ☆ اکابر علماء کی تاریخی تقاریر اور خطوط کا عکس جمیل ☆ عقیدۂ توحید ورسالت ☆ عقیدۂ ختم نبوت ☆ عظمت صحابہؓ ☆ قرآن کریم۔ غیر مسلم مفکرین کی نظر میں ☆ وقار نسواں۔ عورتوں کے حقوق وفرائض ☆ فن تجوید وقرأت، آداب وفضائل تلاوت قرآن

مفسرین محدثین اصحاب علم ودانش اور مفکرین و مؤرخین کے بلند پایہ علمی تاریخی اصلاحی اور فکر انگیز مضامین

دیدہ زیب سرورق
مجلد، معیاری طباعت
۳۷۵ صفحات۔ زرِ تعاون ۲۵۰ روپے
پانچ نسخے منگوانے پر ۲۵ فیصد رعایت
نور علیٰ نور کے مستقل خریداروں کے لئے صرف ۱۵۰/- روپے

لکھنے والے

مفسرین ومحدثین اور اصحاب علم وفضل کے چند اسماء گرامی

- قطب عالم حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ
- شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ
- شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
- امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
- منبع خیر وعلوم حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ
- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ
- حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ
- مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ
- مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ
- شیخ الحدیث والتفسیر علامہ شمس الحق افغانیؒ
- شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک
- خطیب اسلام حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ
- شہید اسلام مولانا محمد یوسفؒ لدھیانوی
- خطیب لبیب حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ
- محدث دوراں مولانا مفتی محمد زرولی خان
- فضیلت الشیخ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی
- شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی عبدالکریم۔
- پیر طریقت مولانا محمد اجمل قادری
- تنویر ملت مولانا تنویر الحق تھانوی
- ...علامہ مجاہد الحسینی ▫ ..علامہ زاہد الراشدی
- علامہ شاہ مصباح الدین شکیل
- سیرت نگار اقبال احمد صدیقی
- بریگیڈیر (ر) ڈاکٹر فیوض الرحمن
- اور یا مقبول جان ▫ مولانا مفتی محمد نعمان
- مفسر ومحقق مولانا حمید الرحمن شاہ

اور دیگر جلیل المرتبت علماء ومحققین اور اہل قلم

ناظم اشاعت: ماہنامہ نور علیٰ نور۔ جامع مسجد حضرت عائشہ صدیقہؓ سیکٹر B-11 نارتھ کراچی فون #6996518

اخبار الجامعہ

جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

۲۵؍اپریل کو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب والدہ محترمہ کی تعزیت کی غرض سے دوپہر کو تشریف لائے۔

۲۵؍اپریل جامعہ مدنیہ کے سابق اُستاذ الحدیث حضرت مولانا ظہور الحق صاحب مدظلہم اٹک سے جامعہ مدنیہ جدید میں دوپہر کے وقت تشریف لائے اور طلباء سے بہت سبق آموز خطاب فرمایا۔ دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

یکم مئی کو دن کے گیارہ بجے حضرت مہتمم صاحب کے ہم سبق دوست حضرت مولانا امان اللہ صاحب اٹک سے تشریف لائے کچھ دیر قیام فرمانے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

یکم مئی کو جامعہ کے معاون خصوصی اور مخلص جناب شعیب میر صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور پوری دلچسپی سے تعمیری کاموں کا ملاحظہ فرما کر مسرت کا اظہار کیا۔

۳؍مئی کو حضرت مہتمم صاحب کا مولوی عرفان صاحب کے بچے کی تکمیلِ قرآن کی تقریب میں مرغزار کالونی جانا ہوا، فضائلِ قرآن پر بیان ہوا، بعد از بیان اختتامی دُعا فرمائی۔

۶؍مئی کو جناب حافظ تنویر احمد صاحب شریفی جناب حافظ کاملین صاحب کے ہمراہ صبح کے وقت جامعہ مدنیہ جدید میں تشریف لائے اور تعمیری اور تعلیمی سرگرمیوں پر خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔

۱۴؍مئی کو بعد از عشاء جناب حافظ رشید احمد صاحب شریفی کراچی سے تشریف لائے اور جامعہ مدنیہ جدید کے احوال پر بات چیت کی اور خوشی کا اظہار کیا۔

۱۶؍مئی کو جناب حافظ عتیق احمد صاحب پراچہ مرحوم کے صاحبزادے دوپہر کے وقت جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور جامعہ کے تعمیری اور تعلیمی حالات کا بغور ملاحظہ کر کے خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔

۱۸؍مئی کو بتوفیق خدا مسجد حامد کے ہال سے متصل برآمدہ کا لینٹر ڈالا گیا، لینٹر کا کام صبح ۱۰ بجے شروع ہوا، رات ۱۰ بجے فراغت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

۲۵؍مئی کو انگلینڈ سے محترم رانا خلیل احمد صاحب دوپہر کے وقت جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور اُس کی تعلیمی و تعمیری ترقی سے بہت خوش اور متاثر ہوئے۔

☆☆☆

مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل

رائیونڈ روڈ پر زیرِ تعمیر مسجد کی چھت ڈالنے کا مرحلہ آگیا ہے لینٹر کے لیے درکار میٹریل کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اہلِ خیر حضرات سے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گزارش ہے۔

لینٹر کا رقبہ =9050 فٹ

سریا (18 ٹن)		* 3,60,000.00
بجری (4800CFT)		85,000.00
ریت (2400CFT)		15,000.00
سیمنٹ (700Bags)		1,75,000.00
الیکٹرک پائپ		25,000.00
دیواریں اور بیم		2,50,000.00
مزدوری		1,30,000.00
		10,40,000.00

* نوٹ : سریا مہنگا ہونے کی وجہ سے اب یہ قیمت دوگنا ہوگئی ہے

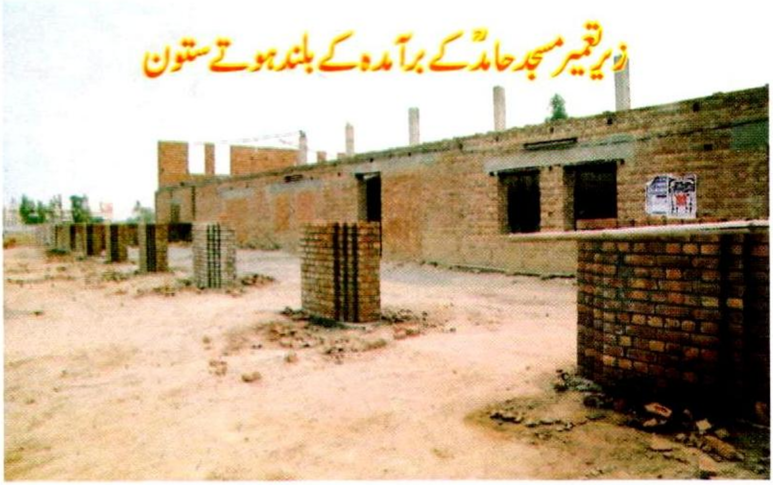

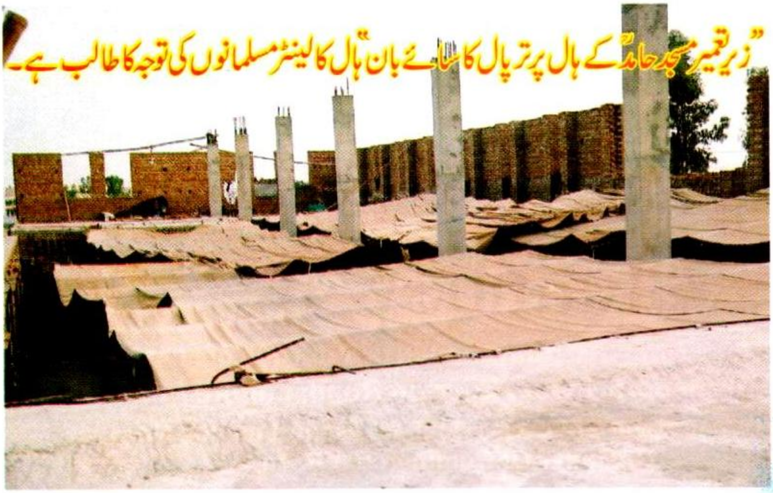

یہ تصویریں ماہِ صفر ۱۴۲۵ھ/اپریل ۲۰۰۴ء میں اتاری گئیں